﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ☆﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ:— نصیر احمد قمر

جلد ۴ جمعۃ المبارک ۸/ اگست ۱۹۹۷ء شمارہ ۳۲

۸/ محرم ۱۴۱۸ ہجری ☆ ۸/ ہجرت ۱۳۷۶ ہجری شمسی

۳۲

جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۳۲واں جلسہ سالانہ اپنی بابرکت روایات اور اس سال کی استثنائی شان و شوکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا

چونسٹھ ممالک کے چودہ ہزار سے زائد افراد کی شمولیت

عالمی تبلیغی سیمنار، حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی انگریزی دان حضرات سے مجلس سوال و جواب اور اردو زبان میں عالمی مجلسِ عرفان اور ولولہ انگیز خطابات

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیک وقت دنیا بھر کے ۳۰ لاکھ ۴ ہزار اور ۵۸۴ افراد کی جماعت احمدیہ مسلمہ میں شمولیت کا روح پرور نظارہ

مرکزی عالمی حیثیت کی حامل جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۳۲واں جلسہ سالانہ مورخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷/ جولائی ۱۹۹۷ء کو اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوا- یہ روحانی جلسہ ۱۸۹۷ء کے جلسہ سالانہ قادیان جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے منعقد فرمایا تھا اس سے کئی رنگ میں مماثلتیں رکھتا تھا مثلاً قادیان کے اس جلسہ میں حاضری غیر معمولی طور پر پہلے جلسوں کی نسبت بڑھ کر تھی- اسی طرح برطانیہ کے ۱۹۹۷ء کے اس جلسہ کی حاضری بھی گزشتہ سالوں کی نسبت بڑھ کر ۱۴ ہزار سے زائد ہو گئی (جبکہ دس سال کی عمر تک کے بچے بچیاں شمار نہیں کئے گئے)- اس جلسہ میں ۶۴ ممالک (جن میں عرب، افریقہ، مشرق بعید، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے ممالک) کے مندوبین نے شرکت فرمائی- ان مندوبین میں مختلف ملکوں کے وزراء، ممبر آف پارلیمینٹ اور اعلیٰ عہدوں پر فائز شخصیات شامل تھیں- انہوں نے اس جلسہ میں حاضرین سے مختصر خطاب بھی فرمایا اور جماعت احمدیہ کو اس کی اسلامی اور انسانی خدمات کی وجہ سے خراج تحسین پیش کیا-

(باقی صفحہ ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر روزانہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ "ملاقات" کا پروگرام نشر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام احباب کی دینی، روحانی تعلیم و تربیت کے لئے بے حد مفید اور اہم ہے۔ مختصرات کے اس کالم میں ہم ہفتہ بھر کے پروگرام "ملاقات" کی مختصر ڈائری پیش کرتے ہیں تاکہ اگر کوئی اصل پروگرام سن یا دیکھ نہیں سکے تو وہ مطلوبہ پروگرام کا حوالہ دے کر اپنے ملک کے شعبہ سمعی و بصری سے یا شعبہ آڈیو ویڈیو (یو۔ کے۔) سے اس کی ویڈیو حاصل کر سکیں۔ گزشتہ ہفتہ کے پروگرام "ملاقات" کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

ہفتہ، ۱۲/ جولائی ۱۹۹۷ء:

آج پروگرام کے مطابق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بچوں کے ساتھ ملاقات کا دن تھا۔ بچے بصد شوق حضور انور کی آمد کے منتظر تھے۔ حضور انور نے فرمایا مجھے بھی ایسا لگتا ہے کہ آپ لوگوں کو دیکھے اور ملے بہت عرصہ گزر گیا ہے۔

حسب معمول تلاوت کلام پاک اور نظم کے بعد سیرت حضرت اماں جان، حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہ پر خوبصورت انداز میں سلیس اور رواں انگریزی میں مضمون پڑھا گیا۔ آپ کے اوصاف حسنہ میں ایک بڑی خوبی یتامیٰ کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھنا۔ ان کی خود خدمت کرنے میں خوشی محسوس کرنا اور مہمان نوازی تھے۔ مضمون کے اختتام پر بچوں کی توجہ کے ٹسٹ کے طور پر حضور انور نے پوچھا کہ بتائیں حضرت اماں جان کے کتنے بھائی تھے۔ ایک بچے نے بتایا کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ۔ حضور انور نے بچوں کے علم میں اضافہ کرتے ہوئے ازراہ شفقت ان دو مقبول و معرف ہستیوں کے بارے میں مزید باتیں بتائیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ سول سرجن ڈاکٹر تھے۔۔ غریبوں کے ہمدرد، سچائی کے علمبردار۔ سب سے بڑھ کر شاعر تھے اور ان کی ایک نظم آنحضرت ﷺ کی مدح میں تو از حد مقبول تھی یعنی "علیك الصلوٰة علیك السلام" والی۔ ان کے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحب علم حدیث، علم کلام اور فن مناظرہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ حضور فرماتے ہیں کہ وہ ایک ایسا انسان تھا کہ آنحضرت ﷺ کی تعریف میں درس حدیث کے دوران ایک بھی ایسا سننے والا نہ تھا جو زار و قطار رونہ رہا ہوتا اور تمام درس کے دوران خود بھی آنسو بہاتے رہتے۔ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل رہے۔ جہاں ان کا نظم و ضبط شفقت کی ملونی کے ساتھ ایک عجیب امتزاج پیدا کر دیتا تھا۔ افسر جلسہ سالانہ کے طور پر چوبیس گھنٹے انتھک کام کرتے تھے۔ بہترین منتظم تھے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ اوصاف ان کے والد بزرگوار حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھے۔

اتوار ۱۳/ جولائی ۱۹۹۷ء:

آج کے ملاقات پروگرام میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی باقی اگلے صفحہ پر

اخلاق فاضلہ کو انتظامی ذمہ داریوں پر قربان نہیں کیا جا سکتا

آپ بحیثیت جماعت توحید کے علمبردار اس وقت بنیں گے جب آپ دنیا میں خدا کی روحوں کو ایک کر دیں گے

جلسہ سالانہ برطانیہ کے حوالے سے میزبانوں اور مہمانوں کو اہم نصائح

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۸/ جولائی ۱۹۹۷ء

لندن (۱۸/ جولائی): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ اور قرآنی آیات کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ برطانیہ کے قرب کے حوالے سے مختلف ممالک کے مہمانوں کی آمد پر انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے ضروری نصائح فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ آنے والوں کا تعلق محض خدا سے ہے۔ وہ اللہ کی خاطر آتے ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ خدا کی خاطر آنا چاہئے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض اوقات آنے والے بعض اور نیتیں بھی ساتھ لے کر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک نیت یہاں یا یہاں کے بہانے دوسرے ممالک میں پناہ ڈھونڈنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ پناہ ڈھونڈنا ان کا حق ہے مگر جلسے کو بہانہ بنانا درست نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بعض گنتی کے افراد کے ایسے طرز عمل کی وجہ سے جماعت کو اور افراد جماعت کو جو محض جلسہ میں شمولیت کے لئے یہاں آنا چاہتے تھے بہت سی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خدانخواستہ اگر ایک آدمی بھی ایسا ہوا جس نے جلسہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور دنیاداری کو اپنا لیا اور جلسہ کے ویزا کے بہانے یہاں یا دوسرے ممالک میں پناہ ڈھونڈی تو اسے ہمیشہ کے لئے جماعت سے نکال دیا جائے گا اور اس کی معافی کی درخواست زیر غور نہیں آئے گی۔

حضور نے مہمانوازوں کو بھی نصیحت فرمائی کہ مہمانوں کے دل نازک ہوا کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اگرچہ مہمان نوازی کی روایت تو تین دن کی ہے مگر جماعت نے پندرہ دن کی ذمہ داری قبول کی ہے کیونکہ بہت دور سے لوگ آتے ہیں۔ لیکن جو انفرادی طور پر کہیں ٹھہرے ہیں ان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ چند دن کے بعد دوسرے انتظام میں منتقل ہوں۔

باقی خلاصہ خطبہ اگلے صفحہ پر

یہ جلسہ تمام جلسوں میں ایک خاص فوقیت اور شان رکھتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۱۸۹۷ء کے الہامات کے حوالے سے جماعت کے لئے عظیم خوشخبریوں اور ۱۸۹۷ء اور ۱۹۹۷ء کے درمیان حیرت انگیز مماثلتوں کا روح پرور تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۵/ جولائی ۱۹۹۷ء

لندن (۲۵/ جولائی): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضور نے تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ آج ہمارا یو کے کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور اس جلسے کو رفتہ رفتہ ایک عالمی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اور ایک مرکزیت عطا ہو چکی ہے۔ جس کے نتیجے میں لوگ اسی طرح ذوق شوق سے شامل ہوتے ہیں جیسے پاکستان کے مرکزی جلسے میں ہوا کرتے تھے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ جلسہ تمام جلسوں میں ایک خاص فوقیت رکھتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ۱۸۹۷ء میں یہی جلسہ جو مسیح موعود علیہ السلام نے منعقد فرمایا اس کی الگ شان تھی۔ جو مضامین حضور علیہ السلام نے چنے وہ ایسے مضامین تھے کہ اس سال میں مسلسل میں ان مضامین کو موضوع بنا چکا ہوں۔ یہ اتفاق نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اشارہ تھا کہ ہمارا اس دفعہ کا جلسہ کئی طرح سے ۱۸۹۷ء کے جلسہ سے مشابہت رکھے گا اور یہ سال بھی کئی پہلوؤں سے مشابہت رکھے گا۔ اس پہلو سے جب میں نے ۱۸۹۷ء کے الہامات نکلوائے تو وہ الہامات کا سلسلہ خود اپنی ذات میں جماعت کے لئے ایک عظیم خوشخبری ہے۔ بہت سے ایسے امور ہیں جن کا ذکر افتتاحی اجلاس میں اور بعد کے اجلاسات میں ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ۹۷ء کے سال میں ایک سو سال پہلے ۱۸۹۷ء میں جو الہامات ہوئے ان کے حوالہ سے حضور ایدہ اللہ نے اس خطبہ میں بہت لطیف پیرایہ میں وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ الہامات اپنی ذات میں عجیب شان رکھتے ہیں اور جماعت احمدیہ کے لئے بہت بڑی خوشخبریاں لے کر آئے ہیں۔

بقیہ خلاصہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ

بقیہ : مختصرات از صفحہ اول

ملاقات فرنچ بولنے والے احباب کے ساتھ تھی جو آئندہ پروگرام کا مستقل فیچر ہوا کرے گی۔ اس پروگرام کے مترجم مکرم عبدالغنی جہانگیر صاحب ہوا کریں گے۔ آج کی ملاقات میں ہونے والے سوالات اور جوابات کا خلاصہ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین ہے :

☆ کیا صلاح الدین ایوبی سینٹ (Saint) تھے ؟ حضور انور نے جواباً ارشاد فرمایا کہ صلاح الدین ایوبی ایک متقی، خدا پرست مجاہد تھے۔ لیکن کرسچین Sense میں Saint نہیں کہا جا سکتا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ ایک ہی مسلمان ہیرو ہے جس پر مغربی دنیا نے کوئی اعتراض یا نقص نہیں ڈھونڈے۔ حضرت عمر پر بھی کوئی اعتراض اٹھائے لیکن صلاح الدین ایوبی جو بظاہر ایک کمزور نظر آنے والے انسان تھے لیکن آہنی ارادے کے مالک۔ ان کے متعلق بہت سی روایات تواریخ میں ملتی ہیں۔ دل کا حلیم بردبار اور نرم دل تھے۔

☆ بچوں کو آج کل فیملی یونٹ میں رکھنے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا انحصار خاندان کے سربراہ کے اخلاق پر ہے۔ اس لئے اپنی ذمہ داری کی اہمیت کو سوچ لیں۔

☆ ارتقاء کے سلسلے میں آج کل سائنس کی نئی نئی باتیں دریافت ہو رہی ہیں۔ قرآن مجید کو کس حد تک ان سے Reconcile کیا جا سکتا ہے۔ حضور انور نے فرمایا اب تک جو بھی معلوم ہو سکا ہے وہ قرآن مجید سے مطابقت رکھتا ہے۔

☆ چند مزید سوالات کچھ اس طرح سے تھے۔ کیا حضرت آدم مکہ سے آئے تھے۔ کیا وہ عربی بولتے تھے ؟، مسلمانوں اور غیر مسلموں میں اسلام کو کس طرح پیش کیا جائے، مریخ پر زندگی کے آثار کے متعلق سائنس دانوں کی معلومات کس حد تک پہنچی ہوئی ہیں، اسی طرح ایک سوال کے جواب میں حضور نے طالبان اور افغان لوگوں کے تصادم پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی۔

سوموار، ۱۴؍ جولائی ۱۹۹۷ء :

آج ہومیوپیتھی کی کلاس نمبر ۴۳ جو ۱۴؍ نومبر ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ ہوئی تھی، براڈکاسٹ کی گئی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کاربوویج کی انتہائی کارآمد اور مفید صفات کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ یہ دوا موت کے آخری لمحات میں ڈوبتی ہوئی زندگی کو ٹون اپ کرتی ہے۔ ایمرجنسی کے لئے یہ دوا ہر وقت ساتھ ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ دوران خون کی کمزوری اور اعصابی قوت کو مضبوط کرتی ہے۔ اگر دماغی توازن میں سستی واقع ہو جائے تو اسے بھی ٹون اپ کرتی ہے۔ حضور نے اس سلسلے میں Organic اور Inorganic سسٹم کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔

ہومیوپیتھس کو مشورہ دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ آپ اپنے تجربات اور مشاہدات کے مطابق ہر کیس کا مطالعہ کر کے نسخہ تجویز کریں اور اپنے دماغ کو دوسروں کی غلام مشین نہ بنائیں اور پروفیشنل ہومیوپیتھ نہ بنیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ وہ وقت آئے گا کہ ہومیوپیتھی اور ایلوپیتھی مل جائیں گی کیونکہ ایلوپیتھ ڈاکٹروں کا رجحان اس طرف بڑھ رہا ہے اور چونکہ ایلوپیتھ زندگی یا جسمانی نظام کا شعور زیادہ رکھتے ہیں اس لئے وہ ہومیوپیتھی کو بہت مفید پائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ صحیح حالات میں تو ہر پوٹینسی کام کرتی ہے۔ میں تحقیق کر رہا ہوں کہ کن اصولوں پر پوٹینسی کا انتخاب کرنا چاہئے۔ ابھی تک تو کوئی رہنما اصول دکھائی نہیں دیا۔ حضور نے فرمایا کہ بیماری جتنی زیادہ روح کے قریب پہنچتی ہے اتنی ہی اونچی پوٹینسی کی ضرورت ہے۔

منگل، ۱۵؍ جولائی ۱۹۹۷ء :

آج ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۳۳ جو ۴؍ جنوری ۱۹۹۵ء کو پہلی بار نشر کی گئی تھی اور دوسری بار ۱۱؍ جون ۱۹۹۷ء کو براڈکاسٹ کی گئی تھی، تیسری بار ٹرانسمٹ کی گئی۔ اس کلاس میں سورہ البقرہ کی آیات ۲۸۳ تا ۲۸۷ کا ترجمہ و تفسیر کی گئی۔

بدھ، ۱۶؍ جولائی ۱۹۹۷ء :

آج ترجمۃ القرآن کی کلاس نمبر ۳۴ تیسری بار براڈکاسٹ کی گئی۔ پہلی بار یہ کلاس بار اول ۵؍ جنوری ۱۹۹۵ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے لی تھی۔ اور دوسری بار ۱۲؍ جون ۱۹۹۷ء کو بھی نشر مکرر کے طور پر براڈکاسٹ کی گئی تھی۔

جمعرات، ۱۷؍ جولائی ۱۹۹۷ء :

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہومیوپیتھی کلاس نمبر ۴۴ جو پہلی بار ۱۵؍ نومبر ۱۹۹۴ء کو لی گئی تھی آج نشر مکرر کے طور پر براڈکاسٹ کی گئی۔ کاربوویج کا ذکر جاری رہا۔ حضور انور نے فرمایا کہ منہ معدے کا آئینہ ہے۔ اور کاربوویج منہ کے اندر کی جھلیوں اور مسوڑھوں کے لئے بہت مفید ہے۔ عام باتوں میں حضور نے فرمایا کہ امراض کی پہچان کے سلسلے میں مزاج کا سمجھنا از حد ضروری ہے۔ مثلاً کاربوویج کے مریض کو حادثات، آگ لگنے اور چوری وغیرہ کے خواب آئیں گے۔ اسی طرح بہت سی اور دوائیں اور امراض زیر بحث لائے گئے۔

جمعۃ المبارک، ۱۸؍ جولائی ۱۹۹۷ء :

آج حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اردو بولنے والے حضرات کی وہ ملاقات جو ۶؍ جنوری ۱۹۹۵ء کو نشر کی گئی تھی دوبارہ براڈکاسٹ کی گئی۔ اس ملاقات میں حضور انور نے میثاق النبیین پر بہت تفصیل کے ساتھ سورہ احزاب کی متعلقہ آیت کی روشنی میں وضاحت فرمائی۔

ایم ٹی اے پر زبانیں سکھانے کے پروگرام پر جس کے دور رس نتائج سامنے رکھتے ہوئے حضور نے اس بے مثال تجویز کو عملی جامہ پہنانے کا آغاز کیا ہے لوگوں کی واقفیت کے لئے خوب روشنی ڈالی۔

وراثت کے متعلق بھی سوال کیا گیا۔ اس سلسلے میں قرآنی تعلیمات ان کے نفسیاتی پہلوؤں اور عورتوں کی وراثت کے حقوق اور ان کے فوائد وغیرہ پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید نے قریبی رشتہ داروں کے علاوہ بھی انسانی ہمدردی کے طور پر جو نصائح بیان فرمائی ہیں ان کا بھی ذکر فرمایا۔ (ا۔م۔ج)

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۸؍ جولائی

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت فرمودہ آیات "وات ذالقربیٰ حقہ.........الخ" کے ترجمہ کے بعد ان کی تشریح کے دوران یہ نصیحت فرمائی کہ مہمانوازی میں توفیق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسی توفیق جو کھینچ کر لمبی تو کی جا سکتی ہے مگر اس کی حدود سے باہر نہیں نکلا جا سکتا۔ حضور ایدہ اللہ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کی مہمانوازی کے واقعات بیان کر کے بتایا کہ ان میں سادگی و بے تکلفی تھی۔

حضور نے فرمایا کہ جلسہ پر بہت سے لوگ نازک مزاج بن کر آتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اس پر میزبان کا یہ حق نہیں کہ وہ ناراض ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اخلاق فاضلہ کو انتظامی ذمہ داریوں پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انتظامی طور پر مشکلات پیش آتی ہیں تو اخلاق فاضلہ کو بڑھ جانا چاہئے نہ کہ کم ہونا چاہئے۔ ہاں یہ یاد رکھیں کہ جو حفاظت کی ذمہ داری ہے اسے قربان نہیں کیا جا سکتا۔ نظام جماعت کا فرض ہے کہ حفاظت کا انتظام بھی کرے اور ایسے لوگوں پر نظر رکھے جن کے متعلق خیال ہے کہ وہ شرارت کی غرض سے آئے ہیں۔ حضور نے حفاظت سے متعلق بھی تفصیل سے طریق کار سمجھایا اور بتایا کہ فری موبائل فورس یہ سیکورٹی یا حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ مختلف ممالک کے دوستوں کو زیادہ سے زیادہ اس میں شامل کریں۔ حضور نے فرمایا کہ حفاظتی نظام میں لازم ہے کہ اس کو عالمی نظام کا مظہر بنایا جائے۔ جماعت کا ہر فرد سیکورٹی کا ممبر ہے۔ یہ نظام سوائے جماعت احمدیہ کے کہیں بھی جاری نہیں۔ اس نظام کو سمجھیں کہ آپ کی زندگی کا حصہ بن جائے لیکن اخلاق فاضلہ کے ساتھ حفاظت کے لئے اپنے طور پر باشعور ہونا یہ امتزاج مومن کی شان ہے۔ بعض لوگ سیکورٹی کی وجہ سے بد اخلاق اور بدتمیز ہو جاتے ہیں یہ درست طریق نہیں۔

حضور انور نے جلسہ پر آنے والی عورتوں کو بھی نصیحت فرمائی اور ان کے ساتھ آنے والی غیر از جماعت مہمان خواتین کے متعلق بھی فرمایا کہ جو بہت زیادہ کھلے بدن اور لباس والی ہیں ان کو جلسے پر دعوت نہ ہی دیں کیونکہ آنے والے نہیں جانتے کہ یہ احمدی ہے یا غیر احمدی اور ہم انہیں سختی سے سر ڈھانکنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ حضور نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ٹھوکر کھانا بھی ایک جرم ہو جاتا ہے اور ٹھوکر لگانا بھی ایک جرم ہے۔ اپنے نفس کی حفاظت آپ کا ذمہ ہے۔

حضور نے جلسہ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سبھی شرکاء ایک مرکزی کردار میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ روح ہر انسان کی ایک ہے اور اس ایک روح کا عالمیت اختیار کر جانا اور توحید کے نیچے واقعۃً ایک ہو جانا یہ توحید کی علمبرداری ہے۔ آپ بحیثیت جماعت توحید کے علمبردار اس وقت بنیں گے جب آپ دنیا میں خدا کی روحوں کو ایک کر دیں گے۔ آپ جب ایک دوسرے سے ملیں تو اس مرکزی حیثیت کو کبھی نہیں بھولیں کہ ہم سب ایک ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ عبادت کو ترجیح دیں۔ ہر جلسہ اسی مقصد کی خاطر ہے کہ خدا کے بندے خدا کے ہو جائیں۔ جب آپ عبادت پر زور دیتے ہیں تو آپ کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے پھر آپ نہ ٹھوکر کھانے والے ہوتے ہیں نہ ٹھوکر لگانے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر قسم کی ٹھوکروں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍ جولائی ۱۹۹۷ء از صفحہ اول

حضور نے ۱۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء کے ایک الہام کا ذکر فرمایا جس میں ایک دفعہ پھر ہندوؤں کے بڑے زور سے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی خبر دی گئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ۱۹۹۷ء میں کثرت سے ہندو حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ یہ سلسلہ بڑے زور سے آگے بڑھے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے مختلف الہامات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ۱۸۹۷ء کے الہامات میں مخالفوں میں پھوٹ کا بھی خصوصیت سے ذکر ہے اور اس سال یہاں بھی مخالفوں میں پھوٹ ڈالی گئی ہے اور یہ اس سال کا خاص نشان ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میرے نزدیک جماعت احمدیہ کے لئے اب ایک ہی مضمون ہے جو توحید کا مضمون ہے۔ اگر آپ توحید پر قائم ہو جائیں اور توحید کی طرف دنیا کو بلائیں تو یہ ایک ہی راہ ہے جس سے مرتی ہوئی دنیا زندہ ہو جائے گی۔ حضور نے فرمایا کہ سچی مسیحیت ایسی روح ہے جس کا توحید کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور یہ بار بار اترنے والی ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے نام احمدؐ میں اسی مسیحی روح کی طرف اشارہ ہے۔ مسیحیت ایک روح، ایک مزاج کا نام ہے جو ہمیشہ توحید سے تعلق رکھتی رہے گی۔

حضور نے فرمایا کہ ۱۸۹۷ء میں "وسع مکانك" کا ایک الہام بھی ہے اور آج ۱۹۹۷ء "وسع مکانك" کا ایک عجیب نظارہ دکھا رہا ہے۔ جماعت خدا کے فضل سے اپنے مکان کو اس طرح وسعت دے رہی ہے کہ جہاں تک زمین کا تعلق ہے کثرت سے پھیل رہی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وسع مکانک میں ایک مکان خدا کا مکان ہے۔ جب خدا کا مکان ہمارے دلوں میں بنتا ہے اور پھر ظاہری طور پر مساجد کی صورت میں سامنے آتا ہے تو یہی وہ امر ہے جس کے لئے جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ مساجد کی توسیع کے متعلق جماعت کے جو منصوبے ہیں بعینہٖ اس سال بنے اور اسی سال میں نشوونما پائے اور انشاء اللہ ان پر عمل درآمد بھی آپ اکثر حصوں میں اسی سال میں دیکھیں گے۔ اور اور الہام "آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں" کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ آسمان کا ساتھ ہونا ایم ٹی اے کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ کل عالم میں آسمان نے جو گواہیاں دی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں جماعت کو گزشتہ نصف سال سے بڑھ کر یہ سمجھا رہا ہوں کہ یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی نصرت ضرور عطا ہو گی مگر اس کی نصرت کے حصول کے لئے لازم ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔ حضور نے فرمایا کہ خدا کے فضل سے جماعت میں کثرت سے ایسے وجود ملتے ہیں جو تقویٰ اور حسن تقویٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ خدا کے جو فضل کثرت سے ہم پر نازل ہو رہے ہیں یہ اس بات کی شہادت ہے کہ ہم اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں۔

الفضل کے شمارہ ۳۰، ۳۱ کے صفحہ ۲ پر پہلے کالم میں پہلے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد سہواً (۷۰) لکھی گئی ہے جبکہ ۱۸۹۱ء میں پہلے جلسہ میں ۷۵؍ افراد شامل ہوئے تھے۔

اسی طرح اس کالم میں ایک شعر بھی غلط لکھا گیا ہے۔ اصل شعر یوں ہے :

خدا نے ہم کو وہ جلوہ دکھایا ☆ جو موسیٰ کو دکھایا تھا سر طور

ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے۔

اسلام میں ارتداد کی سزا کی حقیقت

خطاب سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفة المسیح الرابع ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز

برموقع جلسه سالانه یوکے ۱۹۸۶ء

قدیم مفسرین کی رائے

اور بھی اس ضمن میں قرآنی آیات اور دلائل ہیں مگر چونکہ آج کل کے علماء قرآن سے بہت زیادہ قرون وسطی کے فقہاء اور علماء کے فتووں کے قائل ہیں اس لئے میں باقی آیات کے بیان کو چھوڑتا ہوں اور چند تفاسیر کے فیصلے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

(۱) تفسیر روح البیان میں لکھا ہے:

" فاقتلوا انفسکم " بقمع الھویٰ، لان الھویٰ ھو حیاة النفس، وارجعوا بالاستنصار علی قتل النفس بنھیھا عن ھواھا. فاقتلوا انفسکم بنصرالله وعونه. ذالك خیر لکم عند بارئکم. یعنی قتل النفس بسیف الصدق خیر لکم لان بکل قتله رفعة و درجة لکم عند بارئکم، فانتم تتقربون الی الله بقتل النفس و قمع الھویٰ، و ھو یتقرب الیکم بالتوفیق للتوبة والرحمة علیکم .... و ذالك قوله : فتاب علیکم انه ھوالتواب الرحیم".

(شیخ اسماعیل حقی البروسوی. تفسیر روح البیان. سوره البقره آیت : و اذ قال موسی لقومه یٰقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ...... الخ)

کہ جب قرآن فرماتا ہے کہ اپنے نفسوں کو قتل کرو تو مراد ہے کہ اپنی ہوا و ہوس کو قتل کرو۔ گندی تمناؤں کو کچلو۔ کیونکہ ہوا و ہوس ہی نفس کی جان ہیں۔ یہ بات تمہارے رب کے نزدیک تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کیونکہ جتنی بار تم نفس امارہ کو کچلو گے اتنا ہی تم خدا کے حضور رفعت، درجات میں ترقی کرو گے۔ اور وہ بھی تمہیں مزید نیکیوں کی توفیق دے کر رحمت کا سلوک فرماتے ہوئے تمہارے قریب ہوتا جائے گا۔ " فتاب علیکم انه ھو التواب الرحیم" کا مطلب ہے۔

۲۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

وقوله : فاقتلوا انفسکم " قیل : معناه : لیقتل بعضکم بعضًا. و قیل: عنی بقتل النفس اماطة الشھوات"

(المفردات فی غریب القرآن. زیر لفظ قتل)

کہ قتل نفس سے بعض لوگوں نے ظاہری قتل مراد لیا ہے لیکن ایک خیال علماء کی طرف سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد شہوات نفسانیہ کو ختم کرنا اور کچلنا ہے۔

بہر حال کافی ہو گئی اس دلیل کے ساتھ۔ اب میں دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

علماء کی دوسری دلیل

قتل مرتد کے جواز میں دوسری مزعومہ دلیل مودودی صاحب اپنے رسالہ میں پیش فرماتے ہیں مگر وہ مولانا عثمانی صاحب کی دلیل کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ گویا ان کے نزدیک بھی اس دلیل کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ورنہ اگر وہ اتنی مضبوط ہوتی تو وہ اس کی طرف بھی متوجہ ہوتے۔

انہوں نے ایک اور استدلال سورہ توبہ کی درج ذیل آیت سے کیا ہے۔

فان تابوا و اقاموا الصلوٰة و اتو الزکوٰة فاخوانکم فی الدین و نفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون. و ان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم و طعنوا فی دینکم فقٰتلوا ائمة الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون.

(توبہ: ۱۱، ۱۲)

مودوی صاحب کا استدلال

فرماتے ہیں۔ "پھر اگر وہ کفر سے توبہ کر لیں اور نمازیں قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم اپنے احکام ان لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کرتے ہیں جو جاننے والے ہیں۔ لیکن اگر وہ عہد (یعنی قبول اسلام کا عہد) کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر زبان طعن دراز کریں تو پھر کفر کے لیڈروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ شاید وہ اس طرح باز آ جائیں"۔

(مودودی " مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" طبع اول اچھرہ لاہور۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ۱۹۵۱ء صفحہ ۹)

یہ ٹکڑہ آیت 'لعلھم ینتھون' اس سارے استنباط کے بخیئے ادھیڑ دیتا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر میں بیان کروں گا۔ پھر مودودی صاحب کہتے ہیں:

" یہاں عہد شکنی سے مراد کسی طرح سیاسی معاہدات کی خلاف ورزی نہیں لی جا سکتی، بلکہ سیاق عبارت صریح طور پر اس کے معنی "اقرار اسلام سے پھر جانا" متعین کر دیتا ہے۔ اور اس کے بعد 'فقاتلوا ائمة الکفر' کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتے کہ تحریک ارتداد کے لیڈروں سے جنگ کی جائے"۔

(گزشتہ حوالہ صفحہ ۱۰)

مودودی استدلال کا تجزیہ

اس میں بہت سی باتیں محل نظر ہیں۔ پہلی بات تو مودودی صاحب کا یہ دعویٰ کہ سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عہد سے مراد قبول اسلام کا عہد ہے۔ یہ دعویٰ سیاق و سباق سے ہی دیکھا جائے تو غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ سورہ توبہ کی آیات ہیں اور قرآن کریم سورہ توبہ میں یہ مضمون بیان فرما رہا ہے کہ مشرکین جنہوں نے تم سے عہد باندھا تھا وہ عہد کو توڑنے والے ہیں، اور ان کے عہد کا کوئی اعتبار نہیں، اور ان سے تمہیں جنگ کرنی پڑے گی۔ چنانچہ اس سورت کا آغاز ہی اس آیت سے ہوتا ہے:

﴿برآءة من الله و رسوله الی الذین عٰھدتم من المشرکین﴾

(سورہ التوبہ: ۱)

مشرکین کے مسلمان ہونے کا کہاں ذکر آ گیا اس میں؟ فرماتا ہے مشرکین ہیں جن کے ساتھ عہد کی ہم بات کرتے ہیں۔ مشرکین میں سے جن لوگوں نے اپنے عہد کو تم سے توڑا ان کے خلاف ہم تمہیں جنگ پر آمادہ کرتے ہیں۔ پھر ذرا آگے چل کے فرمایا:

﴿ کیف یکون للمشرکین عھد عندالله و عند رسوله الا الذین عٰھدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم. ان الله یحب المتقین. کیف و ان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا و لا ذمة. یرضونکم بافواھھم و تأبیٰ قلوبھم و اکثرھم فٰسقون. اشتروا باٰیٰت الله ثمنا قلیلا فصدوا عن سبیله انھو سآء ما کانوا یعملون. لا یرقبون فی مؤمن الا ولا ذمة. و اولٰئك ھم المعتدون﴾

(توبہ: ۸ تا ۱۱)

کہیں اشارۃً بھی مسلمانوں کا ذکر نہیں۔ فرماتا ہے کیسے خدا اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کے عہد کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن کے ساتھ تم نے مسجد حرام میں ایک عہد باندھا ہے۔ یہ مشرکین جب تک اپنے عہد پر قائم رہیں، تمہارے ذمہ ہے کہ ان کو اپنی تکلیف و ایذاء سے محفوظ رکھو۔ ہرگز ان کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ ﴿کیف و ان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا و لا ذمة﴾ کیسے ان کے عہد کی کوئی اہمیت ہو سکتی ہے جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پالیں تو تمہارے بارہ میں نہ کوئی رشتہ داری ان کو منظور خاطر ہوگی، نہ کسی عہدہ کی وہ پروا کرنے والے ہونگے۔ وہ منہ سے صرف تمہیں راضی کرنے کی باتیں کرتے ہیں جبکہ ان کے دل باغی ہیں، تم سے متنفر اور دور ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے دنیا کا تھوڑا مال لینا منظور کر لیا ہے اور اس کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے ہیں۔ کسی مؤمن کے بارہ میں وہ کسی رشتہ داری کا لحاظ نہیں کرتے اور نہ عہد و پیمان کا۔ اور وہ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

کیا یہ مسلمانوں کی باتیں ہو رہی ہیں؟ یہ ہے سیاق و سباق اس آیت کا۔ حیرت کی بات ہے کہ مودودی صاحب کس طرح یہ کہتے ہیں کہ سیاق و سباق کو دیکھو تو قطعاً ثابت ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں جس عہد کا ذکر چلا ہے وہ عہد مسلمانی، عہد بیعت ہے۔ پھر فرماتا ہے:

﴿فان تابوا و اقاموا الصلوٰة و اتوا الزکوٰة فاخوانکم فی الدین و نفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون﴾

(توبہ: ۱۲)

یہ آیت ایک جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں آئی ہے۔ عہد کے ذکر کو وقتی طور پر چھوڑ کر یہ بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کے ساتھ تمہارا عہد ہے اگر کوئی اسلام قبول کر لیں تو پھر ان سے تمہیں صرف نظر کرنی چاہئے۔ ان سے تمہارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ان کا معاملہ ہی بدل جاتا ہے۔

پھر دوبارہ اس عہد کی بات شروع ہوئی جو شروع سے چلی آ رہی ہے کہ:

﴿و ان نکثوا ایمٰنھم من بعد عھدھم و طعنوا فی دینکم فقٰتلوا ائمة الکفر انھم لا ایمٰن لھم لعلھم ینتھون﴾ (توبہ: ۱۳)

یعنی پھر اگر وہ عہد کو توڑتے ہیں اور تمہارے دین میں طعن کرتے ہیں (صرف عہد توڑنا کافی نہیں۔ کیسا عظیم کلام ہے۔ کیسی عظیم رحمت ہے کہ باوجود اس کے کہ مشرک عہد کو توڑ رہے ہیں پھر بھی ان کی سزا کا حکم نہیں آتا۔ فرماتا ہے کہ اگر ایسے ذلیل ہو جاتے ہیں کہ عہد بھی توڑتے ہیں اور پھر تمہیں تکلیفیں بھی پہنچاتے ہیں۔ کھلم کھلا بغاوت کرتے ہیں تو) پھر تم ضرور کفر کے ائمہ سے جنگ کرو۔ کیونکہ ان کے لئے کوئی بھی ایمان (یعنی قسم)، کوئی بھی عہد نہیں ہے۔ لعلھم ینتھون تاکہ وہ باز آ جائیں۔

مولانا مودودی اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک تو باز آنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ مرتد توبہ کرنے کے باوجود بھی قتل کیا جائے گا۔ ان علماء کے نزدیک تو مرتد کی توبہ قبول ہی نہیں ہوتی۔ (الشھاب لرجم الخاطف المرتاب. صفحہ ۱۸)۔ تو پھر لڑتے لڑتے کیوں نہ مارے جائیں پاگل؟ ضرور باز آ کے انہیں مرنا ہے۔" لعلھم ینتھون" بتا رہا ہے کہ اس سے قتل مرتد کا استنباط کرنا انتہائی ظلم ہے۔ کاش یہ علماء باز آ جائیں اس حرکت سے اور قرآن کریم کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کریں جن کا قرآن کریم سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

حقیقی سیاق و سباق

یہ تو تھا سیاق یعنی مضمون کا پس منظر۔ اب اس سے معاً بعد کی آیت پر غور فرمالیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ کون لوگ مراد ہیں۔ کیا مرتد کی سزا، قتل کا معاملہ زیر بحث ہے یا کچھ اور معاملہ؟، کن سے مقاتلہ کرو، کن سے لڑائی کرو۔ فرمایا:

﴿الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم و ھموا باخراج الرسول و ھم بدء و کم اول مرة اتخشونھم فالله احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین﴾

(توبہ: ۱۴)

کیسی بات کھول دی! جس طرح دن چڑھ جاتا ہے اس طرح اس مضمون کی وضاحت فرما دی۔ فرمایا جن لوگوں سے ہم تمہیں لڑنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس لئے نہیں دے رہے کہ تم غالب ہو اور مضبوط ہو اور ان کی گردنیں تمہارے ہاتھوں میں آئی ہوئی ہیں، بلکہ وہ اتنے مضبوط اور اتنے قوی ہیں کہ تم فطری طور پر ان سے خوف کھا رہے ہو کہ اگر تم ان سے ٹکراؤ گے تو شاید تم مارے جاؤ، اس کے باوجود ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ان سے مقابلہ میں کوئی تردد اور پس و پیش نہ کرو کیونکہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ کیوں لڑو؟ ان کے جرم کیا ہیں؟ یہ نہیں فرمایا: "ارتدوا علی ادبارھم" وہ اپنی پیٹھوں کے بل پھر گئے اور انہوں نے اسلام سے منہ موڑ کر کفر اختیار کر لیا۔ ہرگز نہیں بلکہ فرمایا "نکثوا ایمانھم" انہوں نے اپنی قسمیں توڑی ہیں۔ اور اپنی شرارتوں اور زیادتیوں میں وہ پہل کر گئے ہیں۔ پہلے انہوں نے تمہارے خلاف تلوار اٹھائی ہے۔ پہلے انہوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔

تقاتلون ہے نہ کہ تقتلون

"الا تقاتلون" کا صیغہ خود ہی بتا رہا ہے کہ کسی تلوار اٹھانے والے سے مقابلہ کا حکم ہے کیونکہ "تقاتلون" مفاعلہ کا صیغہ ہے۔ اگر صرف قتل کرنا مراد ہوتی تو "الا تقاتلون" کہنا چاہئے تھا۔ کوئی شخص جسے معمولی سی بھی عربی کا فہم ہو وہ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم نے " الا تقتلون" نہیں فرمایا بلکہ "الا تقاتلون" فرمایا۔

اور "وھم بدؤکم اول مرة" نے اس بات کی خوب وضاحت کر دی کہ وہ لوگ جو پہلے تمہارے خلاف تلوار اٹھا چکے ہیں، باغی ہیں، عہد شکن ہیں، سازشی ہیں۔ محمد مصطفیٰ

ﷺ کو مدینے سے نکالنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ چونکہ ان کے عہد کی کوئی بھی حیثیت باقی نہیں رہی اور وہ ان سب جرائم کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان سے لڑو جو تم سے لڑنے میں پہل کر چکے ہیں۔

یہ ہے مولانا مودودی کی قتل مرتد کی مزعومہ قرآنی دلیل اور یہ بھی شبیر عثمانی صاحب کی دلیل کی طرح ان کی اکلوتی قرآنی دلیل ہے، اس کے سوا ان کو سارے قرآن میں اور کوئی دلیل نہیں ملی۔

علماء کی تیسری دلیل

اب میں وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں پیش کی جانے والی ان آیات کا ذکر کرتا ہوں جن سے عدالت کی کاروائی کے دوران علماء نے قتل مرتد کا استنباط کیا۔

﴿انما جزآء الذین یحاربون الله و رسوله و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا اور یصلبوا اور تقطع ایدیهم و ارجلهم من خلف او ینفوا من الارض. ذالك لهم خزی فی الدنیا و لهم فی الآخرة عذاب عظیم﴾

(المائدہ: ۳۴)

یعنی یقیناً وہ لوگ جنہوں نے تم سے محاربہ کیا ہے (یعنی تمہارے خلاف بزور شمشیر ایسی کارروائیاں کیں جو امن کو تباہ کرنے والی ہیں۔ اس محاربہ کی تعریف میں بعد میں مسلمان علماء کے حوالہ سے پیش کرونگا) اور زمین میں فساد میں بڑی تیزی سے سعی کر رہے ہیں، کوشش کر رہے ہیں کہ زمین کا امن اٹھ جائے، ان کے لئے یہ سزا ہے کہ یا تو وہ قتل کئے جائیں یا وہ سولی چڑھائے جائیں یا ان مخالف سمتوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا ان کہ دیس نکالا دے دیا جائے۔ یہ ان کے لئے دنیا میں بطور رسوائی کے ہوگا اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم مقدر ہے۔

اس آیت میں کسی ایک لفظ کا ترجمہ بھی ارتداد نہیں کیا جا سکتا۔ اشارۃً یا کنایۃً بھی ارتداد کا مضمون یہاں کہیں بیان نہیں ہوا۔ اور محاربہ کو کھینچ تان کر ارتداد قرار دینا اتنا بڑا ظلم ہے قرآن سے بھی اور عربی زبان سے بھی، کہ تعجب ہے کہ علماء کہلاتے ہوئے یہ ان باتوں کو کس طرح جرأت کرتے ہیں ؟!

برصغیر کے
ایک عظیم مفسر کی رائے

چنانچہ آج کل کے علماء میں سے ایک مفتی اور عالم کہ جن کا بہت اثر ہندوستان میں ہے اور بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں یعنی مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں :

یہاں پہلی بات قابل غور یہ ہے کہ اللہ ورسول کے ساتھ محاربہ اور زمین میں فساد کا کیا مطلب ہے ؟ اور کون لوگ اس کے مصداق ہیں ؟

لفظ "محاربہ" حرب سے ماخوذ ہے اور اس کے اصلی معنی سلب کرنے اور چھین لینے کے ہیں، اور محاورات میں یہ لفظ "سلم" کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جس کے معنی امن اور سلامتی کے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حرب کا مفہوم بدامنی پھیلانا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اکا دکا چوری یا قتل وغارت گری سے امن عامہ سلب نہیں ہوتا"۔

نہایت ہی معقول دلیل پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ خطرہ تھا کہ فقہاء اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ ہر شخص جو کبھی ڈاکہ ڈالے یا ہر شخص جو کبھی چوری کرے، اس لئے کہ قرآن ایسی سخت سزائیں تجویز کرتا ہے کہ اگر اس کے جرم میں شدت ہو تو بیشک اسے اذیت ناک سزائیں دو جو عام سزاؤں سے ہٹ کر ہوں۔ تو چونکہ ان کے نزدیک اسلام کا دفاع مقصود تھا، اس لئے وہ یہاں معقول معنے کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں :

"بلکہ یہ صورت جبھی ہوتی ہے جبکہ کوئی طاقتور جماعت راہزنی الور قتل وغارت پر کھڑی ہو جائے۔ اس لئے حضرات فقہاء نے" (یعنی مفتی صاحب اکیلے نہیں بلکہ ان کے ساتھ ایک جماعت فقہاء ہے جس نے) "اس سزا کا مستحق صرف اس جماعت یا فرد کو قرار دیا ہے جو مسلح ہو کر عوام پر ڈاکے ڈالے اور حکومت کے قانون کو قوت کے ساتھ توڑنا چاہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں ڈاکو یا باغی کہا جا سکتا ہے۔ عام انفرادی جرائم کرنے والے چور، گرہ کٹ وغیرہ اس میں داخل نہیں ہیں"۔

"دوسری بات یہاں یہ قابل غور ہے کہ اس آیت میں محاربہ کو اللہ اور رسولؐ کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ ڈاکو یا بغاوت کرنے والے جو مقابلہ یا محاربہ کرتے ہیں وہ انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی طاقتور جماعت جب طاقت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو توڑنا چاہے تو اگرچہ ظاہر میں اس کا مقابلہ عوام اور انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن در حقیقت اس کی جنگ حکومت کے ساتھ ہے۔ اور اسلامی حکومت میں جب قانون اللہ اور رسولؐ کا نافذ ہو تو یہ محاربہ بھی اللہ ورسول ہی کے مقابلہ میں کہا جائے گا"۔

(مفتی محمد شفیع (سابق مفتی اعظم پاکستان) تفسیر معارف القرآن کراچی ادارۃ المعارف، جلد سوم - سورہ المائدہ صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰)

شرعی عدالت کے جج

پاکستانی وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب اپنی کتاب "ضیاء القرآن" میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"مملکت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ میں امن قائم کرنے، راستوں کو محفوظ بنانے اور فتنہ و فساد کی جڑ کاٹنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظمؐ نے دیا ہے۔ جو اس حکم کی خلاف ورزی کر کے قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتا ہے وہ گویا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے مملکت اسلامی کے کسی باشندے پر خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی، دست درازی کرنے کو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے سے تعبیر کیا ہے"۔

پھر فرماتے ہیں :

"واؤ" تفسیریہ ہے۔ پہلے جملہ میں جس محاربہ کا ذکر ہے اس کی وضاحت فرمادی۔

محاربین جس کی سزائیں یہاں بیان کی گئی ہیں وہ کون ہیں ؟ اکے متقل فقہاء کرام نے کہا کہ جن میں یہ تین شرطیں پائی جائیں وہ محارب ہیں۔

ا۔ وہ بندوق، تلوار، نیزہ وغیرہ ہتھیاروں سے مسلح ہو۔

۲۔ آبادی سے باہر راستہ یا صحراء میں وہ رہزنی اور ڈاکے کا ارتکاب کریں۔ لیکن امام شافعی، اوزاعی اور لیث رحمهم الله تعالیٰ کے نزدیک شہر میں ڈاکہ ڈالنے والے بھی محارب کہلائیں گے اور انہی سزاؤں کے مستحق ہونگے۔

۳۔ وہ چھپ کر نہیں بلکہ برملا حملہ آور ہو کر لوٹ مار کریں۔

(پیر کرم شاہ - تفسیر ضیاء القرآن لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز - جلد اول سورہ المائدہ صفحہ ٤٦٤)

یہ ہے ان کے علماء کی اپنی تشریح جو عین عربی قواعد اور قرآنی محاورہ اور سیاق و سباق کے مطابق ہے۔ اس آیت سے قتل مرتد کا استنباط کرنا بالکل ایک عام آدمی کیلئے بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام سوجھ بوجھ لے کر پیدا ہوا ہے، ممکن ہی نہیں ہے۔ جب تک کسی کے دماغ میں خلل نہ واقع ہو جائے اس وقت تک وہ اس آیت میں خلل پیدا کر ہی نہیں سکتا۔

علماء کی چوتھی دلیل

اب چوتھی دلیل سنئے۔ یہ بھی شرعی عدالت کی ایک مرغوب دلیل ہے، اس شرعی عدالت کی جس کے خلاف اس کے ایک جج اپنی کتاب میں پہلے وہ بات لکھ چکے ہیں جو میں آپ کو سنا چکا ہوں۔ یہ دلیل درج ذیل ہے۔

﴿یاایها الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکٰفرین یجٰهدون فی سبیل الله و لا یخافون لومة لآئم. ذالك فضل الله یوتیه من یشاء. والله واسع علیم. (المائدہ: ۵۵)

یہ وہی آیت ہے جس کی میں نے اس تقریر کے آغاز میں تلاوت کی تھی اس سے بھی قتل مرتد کا استنباط کرنا کلیۃً بعید از عقل ہے، اور اس کی کوئی دور کی بھی یہاں گنجائش موجود نہیں۔ انہوں نے جو استدلال کیا ہے اس کی بنیاد انہوں نے آیت کے درج ذیل تین ٹکڑوں پر رکھی ہے۔

(۱): "سوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه"۔

(۲): "اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکٰفرین"۔

۳): یجاهدون فی سبیل الله و لا یخافون لومة لآئم

وہ کہتے ہیں کہ صاف ظاہر ہے کہ جو کوئی مرتد ہو جائے گا اس سے لڑنے کے لئے اللہ ایک قوم لے آئے گا، جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ قوم اللہ سے محبت کرے گی۔ وہ ان مرتدین سے جہاد کریں گے اور ان کو تلوار سے قتل کر دیں گے۔ کیونکہ وہ مومنوں کے لئے تو بہت ہی نرم ہونگے اور کافروں کے لئے بہت ہی سخت ہونگے۔

گویا ان کے نزدیک "فسوف یاتی الله بقوم" میں ایک بعد میں آنے والی قوم کا ذکر ہے۔

اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو کیا نعوذ باللہ من ذالک، آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ان غلاموں میں جن میں اس ارتداد کی خبر دی جا رہی ہے، کوئی اللہ سے محبت کرنے والا ایسا نہیں تھا جس سے اللہ بھی محبت کرتا تھا؟ کوئی ایسا نہیں تھا جو دین کے لئے ایسی غیرت رکھتا ہو اور خدا کے لئے ایسی اطاعت کا جذبہ اپنے اندر پاتا ہو کہ ان مرتد ہونے والوں سے لڑائی کی ہمت کر سکے ؟ کیسی ظالمانہ دلیل دی جا رہی ہے اور نہایت شدید حملہ کیا جا رہا ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپؐ کے غلاموں کے ایمان پر! گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر تم میں سے اے محمد (ﷺ) اور تمہارے غلاموں میں سے جن کی تربیت تو نے اپنے ہاتھ سے کی ہے، جن کا تزکیہ تو نے کیا ہے، کوئی مرتد ہو جائے گا تو تم نے کچھ نہیں کرنا، فکر نہ کرنا، ہم ایسی قوم لے آئیں گے جو خدا سے محبت کرنے والی ہوگی اور خدا ان سے محبت کرے گا۔ ان کی یہ صفات ہونگی کہ وہ مومنوں کے لئے تو بڑے نرم دل ہونگے اور کافروں کے لئے سخت ہونگے۔ اس لئے وہ ان سے لڑائی کر کے انہیں قتل وغارت کریں گے"۔

"یجاهدون فی سبیل الله" کا یہ ترجمہ بھی کر لیا گیا؟ حالانکہ جہاد کے تو بڑے وسیع معانی ہیں۔ "جاهد هم به جهادا کبیرا" بھی تو قرآن میں آیا ہے جو قرآن ہی سے متعلق ہے۔ اور جہاد بالسیف کا یہاں اشارۃً بھی کوئی ذکر نہیں۔

اگر اس استدلال کو منظور کر لیا جائے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ شدید گستاخی ہے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کی کہ ان میں کوئی لڑنے والا، دین کی غیرت رکھنے والا نہیں تھا، اس لئے اللہ نے کہا کہ میں بعد میں بھیج دونگا۔ وہ آپ ہی ان سے نپٹتے رہیں گے۔ تمہیں پرواہ کی کوئی ضرورت نہیں۔" ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء. والله واسع علیم" کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہے دیتا ہے، اس سیاق وسباق میں تو یہ مطلب بنے گا کہ تمہیں تو یہ فضل نہیں ملا، تم فکر نہ کرو اور لوگوں کو مل جائے گا یعنی دشمنوں سے لڑنے کی توفیق۔

وہ بھول گئے کہ یہی "عزیز" کا لفظ بڑی شان کے ساتھ قرآن کریم اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کے متعلق استعمال فرما چکا ہے۔ اور "اذلة" سے بڑھ کر مومنون سے محبت کا لفظ بھی خود آنحضرت ﷺ کے متعلق استعمال فرما چکا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے :

﴿لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم﴾۔

(سورہ التوبہ: ۱۲۹)

کہ تم جو تکلیف اٹھاتے ہو وہ اس رسول پر بہت شاق گزرتی ہے جن کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے ان کے خلاف اس کے دل میں شدید جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی تکلیف میں ڈالتا تھا تو تکلیف میں پڑتے تھے۔ ان کے مقابل پر فرمایا" عزیز علیه"۔

پھر فرمایا "بالمؤمنین رءوف رحیم" اذلۃ کا لفظ اس کے مقابل پر تو کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ فرمایا : مومنوں کے لئے یہ رؤف ہے اور رحیم ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی دو صفات ہیں جو آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک میں اس شان سے جلوہ گر ہوئی ہیں کہ آپؐ کو قرآن کریم رؤف رحیم قرار دے رہا ہے۔ اس "عزیز علیه ما عنتم" اور اس "رءوف رحیم" کے ہوتے ہوئے کیوں اللہ تعالیٰ نے قتل مرتد کا حکم نہیں دیا؟ کیوں یہ وعدہ فرما کے ٹال دیا کہ کوئی بات نہیں، میں آئندہ ایک قوم بھیج دونگا، جو تمہارے لئے یہ کام کر دے گی؟

جہاں تک میں نے تلاش کیا ہے مجھے ان چار دلائل کے سوا جنہیں مزعومہ طور پر قرآن کریم کی نصوص صریحہ کے طور پر قتل مرتد کے عقیدہ کے حق میں پیش کیا جاتا ہے اور کوئی آیت علماء کی طرف سے پیش کردہ نہیں ملی۔ اگر کسی کے علم میں ہو تو مجھے بھجوائیے۔ ان شاء اللہ اس کا جواب دیا جائے گا۔

فرانس کے کاروباری احباب کی توجہ کے لئے

اگر کوئی احمدی فرانس میں شیز ان کی ایجنسی آسان شرائط پر لینا چاہتے ہوں تو ہم سے رابطہ کریں- رقم کی ادائیگی ڈالر یا پاؤنڈ کی صورت میں پیشگی لی جائے گی- پورے یا نصف کنٹینز کا آرڈر دینا ضروری ہوگا

Muhammad Suleman Tariq

13 Portman Gardens, Hillingdon Middx VB10 9NT

Tel: 01895 234 525 Fax: 01895 234 155

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اپنے اندر وہ نقوش پیدا کرلو جو نقوشِ مہرِ محمدی کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے

بچوں کی تربیت سے متعلق نہایت اہم زریں ہدایات

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۰؍جون ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۰؍احسان ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن (امریکہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

يآ ايهاالذين امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس مّا قدمت لغدٍ واتقوا الله انّ الله خبير بما تعملون

(سورہ الحشر آیت ۱۹)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس خطبہ جمعہ کے ساتھ جماعت احمدیہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کا انچاسواں جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے- اور اللہ تعالیٰ جماعت یونائیٹڈ سٹیٹس کے مالی قربانی کرنے والوں کو بہترین جزاء دے جنہوں نے یہ انتظام کیا ہے کہ یہ خطبہ اس وقت ساری دنیا میں سنایا جا رہا ہے اور اسی طرح جلسے کے کچھ حصے بھی تمام دنیا میں نشر کئے جائیں گے- جماعت احمدیہ یونائیٹڈ سٹیٹس کے کچھ اپنے مسائل ہیں- کچھ تو ایسے مسائل ہیں جو سب دنیا کے برابر ہیں لیکن پھر بھی ملک ملک میں فرق پڑتا جاتا ہے-

آج جو میں نے آیت تلاوت کی ہے اس میں تربیتی مسائل کی طرف خصوصیت کے ساتھ اگلی نسلوں کی تربیت سے متعلق بنیادی اصول پیش فرمائے گئے ہیں- گزشتہ خطبے میں میں نے یا دو تین خطبات میں تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی مگر تبلیغ کو تقویت ملتی ہے تبلیغ کرنے والوں کی اپنی تربیت کے ساتھ اور تبلیغ کے اپنے بھی کچھ مسائل ہیں کیونکہ نئے آنے والے ایسے آتے ہیں جو تربیت کے محتاج ہوتے ہیں- اگر تربیت کرنے والے خود تربیت کے محتاج ہوں تو اس سے بہت سے گھمبیر مسائل پیدا ہو جاتے ہیں- چونکہ ہم نے خصوصیت کے ساتھ مستقبل کی طرف توجہ دینی ہے اس لئے **ہماری نظر موجودہ مسائل پر بھی رہنی ضروری ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے تعلق میں بھی ہمیں جماعت کی اور نئے آنے والوں کی ایسی ٹھوس تربیت کرنی ہے جس کے نتیجے میں ہم کہہ سکیں کہ ہم نے صدی کے سر پر پیدا ہونے کا حق ادا کر دیا-**

بہت سے ایسے خاندان ہیں جن سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان میں خصوصیت کے ساتھ افرو امریکن خاندانوں نے اکثر تربیت ہی کے متعلق سوال کئے کیونکہ وہ ایک ایسے ماحول میں پیدا ہوئے جس ماحول نے ان کے بچوں تک گہرا اثر کر رکھا ہے- چنانچہ اس ماحول سے الگ ہو کر اسی ماحول کی تربیت کرنا جس میں وہ پیدا ہوئے ایک بہت ہی مشکل مسئلہ ہے- چنانچہ کل بھی سوال و جواب کی مجلس میں ایک مخلص احمدی دوست نے یہی توجہ دلائی کہ ہمیں بتایا جائے کہ ہم کیا کریں- کچھ ایسی باتیں ہیں جو بچپن سے شروع ہوتی ہیں اور بچپن ہی میں ان کی بنیاد ڈالنی ضروری ہے- میں سب سے پہلے انہی کی طرف آپ کی توجہ منعکس کرتا ہوں- کیونکہ جب تک بچوں کی نسل کو نہ سنبھالا جائے آئندہ کے متعلق کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی- یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی ہے اسی طرف اشارہ فرما رہی ہے ﴿یآ ایھاالذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس مّا قدمت لغد﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور کل پر نظر رکھو کہ تم کل کے لئے کیا آگے بھیج رہے ہو-

پس آج کے بچے کل کی نسلیں ہیں جنہوں نے آج کا احمدیت کا پیغام اگلی صدی میں منتقل کرنا ہے- بچوں کی طرف تربیتی نقطہ نگاہ سے توجہ دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ ماں باپ جو بچوں کی تربیت کرتے ہیں خود ان کی بھی تربیت ہوتی ہے اور لازم ہے کہ وہ اپنی تربیت اپنے بچوں کے حوالے سے کریں- تو پہلی بات جو بچوں کے تعلق میں خصوصیت سے یہاں کے ماحول میں بتانی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ **ماں باپ کے لئے لازم ہے کہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کا تعلق اپنے ساتھ بڑھائیں اور ایسے خاندان بنائیں جن میں نگاہیں اندر کی طرف اٹھنے والی ہوں اور بچوں کو گھر کے ماحول میں سکون ملے-**

وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ سختی سے بچوں کو دبانے کے نتیجے میں اگر اس عمر تک جب تک وہ ان کے ماتحت ہیں ان میں کوئی خرابی پیدا ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تو وہ غلطی پر ہیں- چونکہ بہت سے بچے اپنے ماں باپ کے حکم کی تعمیل میں یا ان کی سختی سے ڈر کر بسا اوقات اپنے دل کی خواہشات کو دبائے رکھتے ہیں اور جب وہ سوسائٹی میں کھل کر باہر جاتے ہیں تو وہ خواہشات ایک ایسے ماحول میں پنپنے لگتی ہیں جو ان کے لئے سازگار ہے- ہر بدی کا خیال، ہر اس لذت کی تمنا جو جلدی حاصل کی جا سکتی ہے امریکہ کی سوسائٹی میں سب سے زیادہ جلدی حاصل کی جا سکتی ہے- دنیا کی ہر سوسائٹی میں یہ مسئلہ ہے لیکن امریکہ میں تو ماحول میں اتنی زیادہ سرعت کے ساتھ دل کی لذت کے سامان پیدا کئے جاتے ہیں کہ بچوں کو بہکانے کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی چیز ممکن نہیں ہے- چنانچہ جب وہ گھر کے ماحول سے نکلتے ہیں تو باہر کا ماحول انہیں بدیوں میں خوش آمدید کہتا ہے، نیکیوں میں نہیں اور یہ ایک اس ماحول کی خصوصیت ہے جسے بچوں کو سمجھانا ضروری ہے-

میں نے دیکھا ہے کہ بچے یہ شکایت کرتے ہیں کہ جب ہم اسلامی طریق پر عمل کر رہے ہوں تو لوگ ہم پر ہنستے ہیں، لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ یہ اور قسم کی نسل ہے اور ماحول کا یہ اختلاف اور نیکی پر حملہ کرنا یہ امریکہ کے ماحول کا ایک جزو بن چکا ہے- امریکہ کی فضا ایسی ہے کہ وہ لازماً گھر سے باہر نکلنے والے بچوں کو اپنی طرف کھینچے گی اور ان کی اچھی عادات کو فرسودہ خیالات کہہ کر ان کو رد کرتی ہے اس کے نتیجے میں بچے میں خود اعتمادی کا فقدان ہو جاتا ہے- وہ سمجھتا ہے کہ جو اپنے گھر سے میں اقدار لے کر چلا تھا سوسائٹی میں تو ان کی کوئی بھی قیمت نہیں، سوسائٹی میں جن اقدار کی قیمت ہے وہ ایسی اقدار ہیں جن کو گھر میں برا کہا جاتا

تھا- پس آزادی کا ایک احساس باہر نکل کر ایسا پیدا ہوتا ہے جو تیزی کے ساتھ ایسے بچوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے-

پس اس مشکل کو پیش نظر رکھتے ہوئے لازم ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کے دل اپنی طرف یعنی ماں باپ اپنی طرف مائل کریں اور گھر کے ماحول میں ان کی لذت کے ایسے سامان ہونے چاہئیں کہ وہ باہر سے گھر لوٹیں تو سکون کی دنیا میں لوٹیں، بے سکونی سے نکل کر اطمینان کی طرف آئیں- اور یہ باتیں صرف اسی صورت میں ممکن ہیں جب آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت پر غور کیا جائے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں تکبیر کہو- بہت سے لوگ ہیں جو اس کا فلسفہ نہیں سمجھتے- وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں- اکثر ایسے بچے مختلف زبانیں بولنے والوں کے بچے ہوتے ہیں ان کو تو عربی کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ کیا چیز ہے- وہ سمجھتے ہیں کہ بظاہر ایک بے کار بات ہے- میں اس وقت اس تفصیل میں نہیں جاتا کہ نفسیاتی لحاظ سے اس کا کیا اثر پڑتا ہے اور بچے کا دماغ کن باتوں کو شروع ہی سے قبول کرتا ہے اور پھر محفوظ رکھتا ہے- اس بحث کو چھوڑتے ہوئے میں ان ماں باپ کو بتا رہا ہوں جو اذان دیتے یاد لواتے ہیں، وہ تکبیر دیتے یاد لواتے ہیں ان کو تو متوجہ ہونا چاہئے وہ تو باشعور ہیں- آخر کیوں یہ کہا گیا!؟ ایک اس کا پہلو وہ ماں باپ ہیں جن کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں- ان کو سمجھایا گیا ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کی صحیح تربیت کرو ورنہ بعد میں یہ ہاتھ سے نکل جائیں گے- تو **پہلی تربیت کا وقت بچپن کا آغاز ہے اور اس وقت کی تربیت ایسی ہے جو ہمیشہ کے لئے آئندہ زندگی کی بنیادیں قائم کرتی ہے**- اس بات کو بھلانے سے بہت سے لوگ نقصان اٹھا جاتے ہیں-

بچوں سے ہر قسم کی پیار کی باتیں تو ہوتی ہیں ان کی خواہشات کا خیال رکھا جاتا ہے مگر بچپن سے ان کو نیکی پر قائم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی- اس لئے سب سے اہم بات اس ماحول میں جیسا کہ دوسرے ماحول میں بھی بہت ہی اہم ہے لیکن امریکہ میں **خصوصیت کے ساتھ جماعت کو اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ بچوں سے ایسی باتیں کریں جو اللہ اور رسول اور نیک لوگوں کی محبت پیدا کرنے والی باتیں ہوں اور ان کو نیکی کی اقدار سمجھائیں**- اور اس کے لئے گھر میں مختلف قسم کے مواقع پیدا ہوتے رہتے ہیں- جب ایک بچہ اچھی بات کرتا ہے تو ماں باپ کا فرض ہے کہ اس بات کو بڑی اہمیت دیں اور اس بچے کی اس بات کا ذکر چلائیں کیونکہ وہ بچہ جو اچھی بات پر مثلاً کسی موقع پر وہ جھوٹ بول سکتا تھا اس نے نہیں بولا اور سچ بول کر بظاہر نقصان اٹھایا ہے اگر آپ اس کی باتیں آنے والوں میں ذکر کیا کریں اور سوسائٹی میں اپنے گھر میں، گھر سے باہر اس بچے کو اس طرح پیش کریں کہ دیکھو اس کے دل میں شروع ہی سے نیکی ہے تو ایسا بچہ اس بات کو کبھی بھول نہیں سکتا- ناممکن ہے کہ اس کے دل سے اس ماحول میں نیکی کی اہمیت کا اثر مٹ جائے-

دوسرے جب وہ کوئی بری بات کرتا ہے تو اسے سمجھانا اس طریق پر کہ وہ سمجھ جائے اور اسے محسوس ہو کہ میں ایک برابر کی چیز ہوں، میں بھی ایک عقل رکھنے والا وجود ہوں جو کچھ میں سوچتا ہوں، ماں باپ کی سوچ اس سوچ پر اثر انداز ہو رہی ہے نہ کہ اس کا ہماری سوچ پر حکم چل رہا ہے- پس **تحکم سے احتراز لازم ہے** اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے قیام کے سلسلے میں شروع میں بچپن میں بچوں پر تحکم کی اجازت نہیں دی- سات سال سے پہلے تو کسی تحکم کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- سات سال سے دس سال تک ایسی نصیحت جس کے نتیجے میں بچے نمازوں کی طرف متوجہ ہوں اور بار بار ان کو نمازوں کی عادت ڈالنے کی طرف ماں باپ کو توجہ دلانا یہ تو ہمیں ملتا ہے لیکن بچوں کو اس پر سزا کوئی نہیں ہے کہ وہ سات سال سے دس سال کی عمر میں نمازوں سے مونہہ موڑتے ہیں- تو آنحضرت ﷺ نے ان کو سات سے دس سال تک سزا دینے کا کہیں ارشاد نہیں فرمایا- تین سال مسلسل ماں باپ کو نصیحت کے ذریعے اثر انداز ہونا ہے- ایسی باتیں کہنی ہیں جو ان کے دل اور دماغ کو اسلام کی طرف پھیرنے والی ہوں اور دل کے اطمینان سے وہ اسلام کی طرف مائل ہوں-

اور دس سال تک جب وہ اس عمر کو پہنچیں جہاں صرف گھر ہی میں نہیں باہر بھی ایسے بچوں کو کچھ نہ کچھ سزا ضرور دی جاتی ہے- پرانے زمانے میں تو سکول میں ایسے بچوں کو جو دس سے بارہ سال کی عمر میں ہوں سوٹیاں بھی پڑتی ہیں اور کئی قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں بلکہ وہاں تو اس سے پہلے بھی بعض دفعہ سزا شروع ہو جاتی ہے تو پہلے سزا کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے، جھوٹ ہے- اس سے باز رہیں- اور اس کے بعد جو سزا ہے اس کو آنحضرت ﷺ نے معمولی سرزنش قرار دیا ہے- ہرگز کسی قسم کی سختی ایسی نہیں جس سے بچے کے بدن پر ایسی ضرب پڑے جس سے اس کو نقصان پہنچ سکے- اور یہ وہ پہلو ہے جس کو بچپن کی تربیت میں آپ کو ملحوظ رکھنا ہوگا- یعنی **سات سال کی عمر تک پیار اور محبت سے اپنے ساتھ دل لگائیں، ان کی اچھی باتوں کو اُچھالیں کیونکہ اس عمر میں بچے ضرور اپنی تعریف کو خوشی سے قبول کرتے ہیں اور جس بات کی تعریف کی جائے اس پر جم جایا کرتے ہیں- جس چیز سے نفرت دلائی جائے اس سے متنفر ہو جایا کرتے ہیں-**

تو آئندہ آنے والے جو خطرات ہیں ان کا بچپن ہی میں تصور باندھیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ماحول کی بدی کو ان کے سامنے اچھال کر پیش کریں- ان کو بتائیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے- جب وہ سات سال سے اوپر دس سال تک پہنچیں تو پھر خصوصیت سے عبادتوں کی طرف متوجہ کرنا بھی آپ کی تربیت کا ایک حصہ بن جائے گا- اس کے بعد ناپسندیدگی کا اظہار، ان سے مونہہ موڑنا اگر وہ بری حرکت کریں، نمازیں نہ پڑھیں تو بعض دفعہ ڈانٹنا اور سمجھانا یہ چیزیں بارہ سال کی عمر تک جائز ہیں- اور بارہ سال کے بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اب تمہارا ان پر کوئی سختی کا حق باقی نہیں رہا جو کچھ تم نے کرنا تھا وہ وقت گزر گیا ہے- اب دیکھیں اس پہلو سے مغربی تہذیب اور اسلام میں کتنا نمایاں فرق ہے- مغربی تہذیب میں مختلف سال مقرر کر دیئے جاتے ہیں مثلاً اٹھارہ سال، اکیس سال یا سولہ سال اور ان سالوں کا بعض جرائم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے- آج کل جو ترقی یافتہ ممالک ہیں ان میں یہ معین کیا جا رہا ہے کہ سولہ سال کی عمر تک کسی لڑکے کو کس جرم کی کتنی سزا ملنی چاہئے، اٹھارہ سال تک کس جرم کی کتنی سزا ملنی چاہئے اور اکیس سال کی عمر میں جا کر پھر وہ کلیتہً ہر سزا کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا- اسلام نے بارہ سال اس لئے مقرر کئے ہیں کہ یہ بلوغت کا آغاز ہے اور بارہ سال میں بچہ اتنی ذہنی پختگی اختیار کر جاتا ہے کہ اپنے روزمرہ کے معاملات میں خود فیصلہ کر سکے-

پس اسلام کی بلوغت کا آغاز دنیا والوں کی بلوغت سے بہت پہلے ہوتا ہے اور یہ بہت ضروری بات ہے- کیونکہ اگر بارہ سال تک بچہ اپنے سیاہ و سفید کو دیکھ نہ سکتا ہو تو پھر اٹھارہ سال تک بھی نہیں دیکھے گا بلکہ اپنی بدعادتوں میں اتنا پختہ ہو جائے گا جب وہ اٹھارہ سال کی عمر سے گزر کر سوسائٹی میں جاتا ہے تو پھر اس میں وہ بدی ایک مستقل دائمی شکل اختیار کر جاتی ہے- یہ وہ پہلو ہے جس کے متعلق میں آپ کو بھی متوجہ کر رہا ہوں اور انگلستان میں اکثر جوان مسائل میں دلچسپی لینے والے سوشل راہنما یا سیاسی راہنما ہیں وہ جب مجھ سے گفتگو کے لئے آتے ہیں تو میں ان کو سمجھاتا ہوں کہ تم بنیادی طور پر ایک غلطی کر رہے ہو- مثلاً بعض

VELTEX INDUSTRIES INC.

. . . . the worldclass fabric manufacturers

Specializing

in

velvet, twill, denim, jacquard, pinpoint

at competitive pricing with best quality.

BUYING FACTORY DIRECT IS THE ANSWER

Wholsaler,

readymade garments producers

& converters are welcome

Please contact:

Corporate Office,

VELTEX INDUSTRIES INC.

4th Floor, 14726 Ramona Avenue

Chino Hills, California 91710, USA

Phone: (909) 393-9935

Fax: (909) 393-8117

Web site: www.veltex.com

e-mail: veltex@veltex.com

چھوٹے بچوں کو وہاں قتل پر آمادہ کرنے والے گروہ بن چکے ہیں اور ان سے وہ قتل کرواتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کو سزا نہیں ملے گی- اسی طرح چوری ڈاکہ، سکولوں میں ڈرگ اڈکشن (Drug Addiction) کے لئے اس قسم کے گروہ تیار کئے جاتے ہیں اور یہ محض غلط قانون سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے-

جب تک قوانین درست نہ ہوں اس وقت تک انسان کی صحیح تربیت اور معاشرے کی صحیح اصلاح ممکن نہیں ہے- مگر ہمیں جس نے قانون دیا یعنی اللہ تعالیٰ، اس نے ایک ایسا قانون دان عطا فرمایا جس سے بڑھ کر کوئی قانون دان دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ- آپ نے قرآن کے قانون کو سمجھا اور اپنی امت میں اسے جاری فرمایا- یہی ایک پہلو آپ دیکھیں کہ جب بھی گفتگو آگے بڑھی وہ تمام ملنے والے اس بات پر یقینی طور پر مطمئن ہو کر گئے کہ ہمارے معاشرے کی غلطی ہے- اس کی اصلاح کے بغیر ہم کسی تربیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے- کیونکہ ان کی بلوغت تک پہنچتے پہنچتے یعنی اٹھارہ سال یا اکیس سال تک اگر بدی کی سزا نہ دی جائے تو بچے کو بدی پر جرأت پیدا ہو جاتی ہے- اور یہ وہ عمر ہے جس میں جرأت ایک دوام اختیار کر جاتی ہے، ایک ایسی عادت بن جاتی ہے کہ جسے پھر چھوڑنا ممکن نہیں رہتا-

چنانچہ اکثر انگلستان میں بھی اور یورپ کی دوسری سائٹیوں میں بھی ایسے بد بچے بالغ بنا کر سوسائٹی میں پھینکے جاتے ہیں جو اپنی بدیوں پر پختہ ہو چکے ہوتے ہیں- جسے ڈرگ اڈکشن (Drug Addiction) کی شروع سے عادت پڑ گئی ہو، جسے ڈرگ بیچ کر پیسے لینے کی عادت پڑ جائے، کیسے ممکن ہے کہ وہ اٹھارہ یا اکیس سال کے بعد قانون کے ڈر سے ان عادات کو چھوڑ دے- تو معمولی سی عقل کی بات ہے اسے استعمال کر کے اگر دیکھا جائے، جیسا کہ یہ لوگ نہیں دیکھ رہے بد قسمتی سے، تو انسان لازماً آنحضرت ﷺ کی تعلیم کی طرف لوٹے گا- پس تربیت کا آغاز شروع سے ہونا چاہئے اور بارہ سال کی عمر تک پہنچ کر اس تربیت کو اتنا مکمل ہو جانا چاہئے کہ اس کے بعد بچہ اپنے سیاہ و سفید کا مالک ہو- اور پھر اگر وہ سوسائٹی کا جرم کرے تو سوسائٹی اس کو سزا دے- اگر خدا کا جرم کرے تو خدا سزا دے گا ماں باپ کا کام نہیں کہ اس کو سزا دیں- یہاں پہنچ کر معاشرے اور احمدی ماحول کی جو طرز عمل میں ایک فرق ہے جو میں آپ کے سامنے نمایاں طور پر رکھنا چاہتا ہوں-

بہت سے بچے اور بچیاں جو امریکہ کے ماحول میں پیدا ہوئے ان کے متعلق ماں باپ بہت سے تو نہیں کہنا چاہئے مگر کئی ایسے ہیں کہ ان کے ماں باپ بہت تکلیف محسوس کرتے ہیں روتے ہیں، گریہ وزاری کرتے ہیں، مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہماری جوان بچیوں کو کیا ہو گیا- بہت اچھی اور نیک اور مخلص تھیں بے حد دین سے تعلق تھا نمازیں بھی پڑھتی تھیں مگر اچانک جب کالجوں میں گئی ہیں تو ان کی کایا پلٹ گئی- میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اچانک کچھ نہیں ہوا کرتا- انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں- یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ بچیاں جو دل سے نیکی پر قائم ہو چکی ہوں اچانک معاشرے میں جا کر ان کی کیفیت بدل جائے- لازماً دل میں کچھ دبی ہوئی خواہشات رہی ہیں جن کو گھر میں پنپنے نہیں دیا گیا اور جن کو سنبھالنے کے لئے کوئی ذہنی کوشش نہیں کی گئی-

اس لئے اب یہ دوسرا پہلو ہے جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں- یہ کوششیں بھی بارہ سال سے پہلے پہلے کام کر جائیں گی ورنہ نہیں کریں گی- یعنی بلوغت کا آغاز جس کو میں بارہ سال کہہ رہا ہوں اس میں بچے کے اپنے دل میں خصوصیت کے ساتھ ایسی جنسی خواہشات جنم لینے لگتی ہیں جن سے وہ مغلوب ہو جاتا ہے- اور اگر ان امور میں پہلے ہی اس کی تربیت کی گئی ہو تو وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہو گا اور اس تربیت میں ماں باپ کو اپنے بچوں کے ساتھ وقت لگانا ہو گا بجائے اس کے کہ سکولوں کے اوپر چھوڑ دیا جائے یا کالجوں پر چھوڑ دیا جائے- میں نے یہ دیکھا ہے کہ جن ماں باپ نے بچوں پر اس لحاظ سے محنت کی ہو کہ ان کو نیکی اور بدی کی تمیز سکھائی گئی ہو، اس طریق پر سکھائی گئی ہو کہ وہ زندگی کا فلسفہ بن جائے وہ بچے اسے زندگی کے فلسفے کے طور پر قبول کریں-

اور **یہ پہلو تربیت میں بہت ہی اہم ہے کہ تعلیم کے ساتھ تعلیم کا فلسفہ بتایا جائے** کیونکہ قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کو ایک ایسے معلم کے طور پر پیش فرمایا ہے جو ﴿یعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾ کہ وہ صرف تعلیم کتاب پر اکتفاء نہیں کرتا وہ اس کی حکمت بھی سمجھاتا ہے- پس جو خرابی میں نے دیکھی ہے اس میں ان دو چیزوں کے اندر جو فرق کیا جاتا ہے یہی فرق ہے جو آئندہ خرابیوں کا موجب بنتا ہے- ماں باپ کہتے ہیں ہم نے ان کو تعلیم دی ان کو بچپن سے نمازیں پڑھنی سکھائیں اور قرآن کی تلاوت بھی یہ کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ- لیکن اس تعلیم کی حکمت نہیں بتائی گئی- اور حکمت ایسی چیز ہے جو دل کو اس تعلیم کے ساتھ اس طرح جوڑ دیتی ہے کہ پھر آئندہ کبھی وہ الگ نہیں ہو سکتی- مثلاً باہر کی دنیا میں جو ان کو دلچسپیاں دکھائی دیتی ہیں ان کی مثال ایسے جانوروں سے بھی دی جا سکتی ہے جو بظاہر بڑے خوبصورت ہیں مثلاً سانپ ہے- بعض دفعہ اس کے بہت ہی پیارے رنگ ہوتے ہیں نظر کو بھاتا ہے- اسی طرح بعض کاٹنے والے جانور ہیں جو بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں- ان کے متعلق اگر یہ سمجھایا جائے کہ ان کو جب تم ہاتھ لگاؤ گے، ان کی طرف مائل ہو گے تو لازماً یہ ڈسیں گے اور لازماً نقصان پہنچائیں گے- اور اس بات کو اگر بچپن ہی سے دل میں بٹھا دیا جائے تو کوئی انسان جو اس حکمت کو سمجھ جائے وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا- لیکن اگر یہ حکمت بچپن سے بتائی نہ جائے اور سمجھائی نہ جائے اور دل میں بٹھانہ دی جائے تو پھر انسان ایسے تجربے کرنے پر آزادی محسوس کرے گا-

پس یہ نہ سمجھیں کہ معاشرے کی خرابیوں کو سمجھانے کا وقت بلوغت کے بعد شروع ہو گا- بچپن سے سمجھانا ضروری ہے، ان بچوں کے ساتھ بیٹھنا ضروری ہے، ان کو ٹیلی ویژن دکھانی ضروری ہے- جو ٹیلی ویژن یہ دیکھتے ہیں اس وقت ماں باپ کو چاہئے کہ کچھ اپنا وقت خرچ کریں اور ساتھ بیٹھیں اور ان کو بتائیں کہ دیکھو یہ خرابیاں ہیں اور ان خرابیوں کی حکمتیں اس طریق پر سمجھائی جائیں کہ وہ جاگزیں ہو جائیں اور انسانی فطرت اور سوچ کا حصہ بن جائیں- اس سلسلے میں چند مثالیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، مثلاً اگر ان کو یہ سمجھایا جائے کہ یہ بدیاں چیز کیا ہیں؟ کیوں ان سے منع کیا جاتا ہے؟ نیکیاں کیا ہوتی ہیں؟ اور نیکی کے فوائد کیا ہیں؟ اور پھر معاشرے کے حوالے سے ان کی تفصیل سمجھائی جائے تو ناممکن ہے کہ بچہ ان امور کی طرف توجہ نہ دے-

پہلی بات جو نمایاں طور پر ان کے سامنے رکھنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بدی سے ایک لذت پیدا ہوتی ہے اس کا انکار کرنا جائز نہیں- **ہر قسم کی بدی سے ایک لذت حاصل ہوتی ہے لیکن وہ لذت ہمیشہ یا الٹ کر اس بدی کرنے والے کو نقصان پہنچاتی ہے یا ماحول کو نقصان پہنچاتی ہے**- پس ہر وہ لذت جس کے ساتھ ایک نقصان وابستہ ہو چکا ہے جس سے اس کو علیحدہ کیا جا ہی نہیں سکتا وہ بدی ہے- لیکن لذت سے محرومی کا نام نیکی نہیں ہے- یہ اگلا قدم ہے جس پہ ان کو خوب اچھی طرح سمجھانا ضروری ہے کہ ہم جو تمہیں نیکی کی طرف بلاتے ہیں اس لئے کہ نیکی میں ایک لذت ہے اور ان بدی کی لذت اور نیکی کی لذت میں بہت بڑا فرق ہے- بدی کی لذت میں ضرور کوئی نہ کوئی کانٹا چھپا ہوتا ہے وہ ضرور نقصان پہنچاتی ہے اور جتنی بھی موجود سوسائٹی کی بدیاں ہیں ان کو دیکھ لیں وہ لازماً سوسائٹی میں بے اطمینانی پیدا کریں گے اور کسی نہ کسی خرابی پر منتج ہوں گی- چنانچہ ساری سوسائٹی میں وہ خرابی بے چینی بن کر پھرتی ہے لیکن سوسائٹی اس بے چینی کے باوجود اپنی لذت کے حصول کی خاطر اس کی طرف لپکتی بھی ہے-

یہ وہ تضاد ہے معاشرے کا جس کو بچپن ہی سے اپنی اولاد کے سامنے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے چھوٹی چھوٹی مثالیں دی جا سکتی ہیں- مثلاً ایک بچے سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم اگر اپنے بھائی کی کوئی چیز لے کر بھاگ جاؤ تو تمہیں تو مزہ آئے گا، تمہیں کچھ حاصل ہو گا، یہ درست ہے نا!- یہ بات ہے- اپنی چھوٹی بہن سے کوئی چیز چھین لو تو تم لطف اٹھاؤ گے لیکن یہ ایسا لطف ہے جس کے نتیجے میں اسے دکھ ضرور پہنچے گا- پس **وہ لطف جو کسی کے دکھ پر مبنی ہو یہ بدی ہے**- لیکن اس کے برعکس اس کو سمجھایا جا سکتا ہے کوئی چیز اس کو دی جا سکتی ہے کہ اپنی بہن کو یہ خوشی کا جس کو سرپرائز (Surprise) کہتے ہیں یعنی خوشی میں ایک حیرت کا سماں پیدا ہو جاتا ہے اسے یہ چیز دے دو، چھپ کر اس کے بٹوے میں ڈال دو یا اس کے کمرے میں رکھ دو اور وہ تعجب کرے کہ میرے دل کی یہ چیز، میری خواہش کس نے پوری کی- اس میں بھی ایک خوشی ہے اور ان دونوں خوشیوں میں ایک فرق ہے-

پہلی خوشی کی صورت میں جو نقصان پہنچا کر لذت اٹھاتا ہے اس کی لذت دائمی نہیں رہتی بلکہ اسی وقت اس کے ضمیر میں سے ایک کانٹا نکلتا ہے جو کچھ نہ کچھ ضرور چبھتا ہے- اور یہ بات ان بچوں کو جن کو آپ بچہ سمجھ رہے ہیں سمجھانی ضروری ہے- کیونکہ بچے بہت عقل والی چیز ہیں- میرا بچوں سے یہ تجربہ ہے کہ جن کو لوگ بچے سمجھ کے نظر انداز کر رہے ہوتے ہیں وہ بعض دفعہ اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ ذہین اور ہوشیار اور گہری باتوں کو سمجھنے والے ہوتے ہیں صرف صبر کی ضرورت ہے اور نیکی کے ساتھ قرآن کریم میں ہر جگہ صبر کا مضمون بیان ہوا ہے- **کوئی نصیحت کارفرما نہیں ہو سکتی جب تک صبر نہ ہو**- اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جانا ہی مسلمانوں کا شعار مقرر فرمایا گیا ہے-

پس اس پہلو کو جو میں بیان کر رہا ہوں اہمیت دیں اور بچپن ہی سے بھائی اور بہن میں، بھائی اور بھائی میں، ماں باپ اور بچوں کے درمیان ایسے نیکی کے رشتے قائم کریں جن میں مزہ پیدا ہو- اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک انسان اپنے بھائی کے لئے، اپنی بہن کے لئے جو بظاہر قربانی کرتا ہے اس قربانی کے نتیجے میں اس کی طرف سے مادی چیز، مادی قدر الگ ہو کر کسی دوسرے تک پہنچتی ہے- اگر کوئی جھپٹ کر اپنے بھائی یا بہن کی کوئی مادی چیز، میٹیریل (Material) چیز لے بھاگتا ہے تو دونوں صورتوں میں انتقال ہے مادے کا اور مادے کا انتقال ہے جو لذت پیدا کرتا ہے- اب یہ لذت کا فلسفہ ہے جو سمجھانا ضروری ہے جو ہمیشہ ان بچوں کے

کام آئے گا-

جیساکہ میں نے بیان کیا ہے لذت میں بہت سی چیزیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مادہ ایک طرف سے منتقل ہو کر دوسری طرف جاتا ہے، حق ایک طرف سے منتقل ہو کے دوسری طرف جاتا ہے-اگر آپ مادہ حاصل کرنے والے ہوں تو ایک لذت ہے-اگر کسی کا حق چھیننے والے ہوں اس میں بھی ایک لذت ہے لیکن جب آپ اپنی مادی قدر کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کرتے ہیں اس میں بھی ایک لذت ہے-اور جب آپ اپنا حق کسی کے لئے چھوڑتے ہیں تو اس میں بھی ایک لذت ہے-مگر فرق یہ ہے کہ یہ دوسری قسم کی لذت دائمی ہو جاتی ہے، ساری زندگی انسان کو لطف پہنچاتی رہتی ہے-اور پہلی قسم کی لذت ایک شر پیدا کرتی ہے جو خود اپنے ضمیر میں بھی پیدا ہوتا ہے اور پھر مزید کی طلب پیدا کر دیتی ہے اور کبھی بھی بدی کی لذت بار بار وہی بدی کرنے سے اسی طرح نہیں رہے گی بلکہ آگے بڑھے گی-ایک بدی کے بعد جب تک آپ دو بدیاں نہ کریں آپ کو چین نہیں آئے گا-جب دو بدیاں کریں گے تو تیسری بدی کی طرف آپ کا قدم اٹھے گا، چوتھی کی طرف اٹھے گا، اسی طرح ساری دنیا میں معاشرے میں اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتی ہے اور ہوتی چلی جاتی ہے-پس ان دو چیزوں میں جو فرق ہے وہ بعض مثالوں کے ذریعے آپ کو خود سمجھنا ہے اور اپنے بچوں کو سمجھانا ہے- آپ ان کو یقین دلائیں کہ جو تم قدریں اپنے طور پر حاصل کرتے ہو جائز قدریں ہیں ویلیوز (Values) جن کو انگریزی میں کہا جاتا ہے، جب تم ان کو چھوڑتے ہو تو اس کے نتیجے میں تمہیں ضرور مزہ آئے گا لیکن اگر بالارادہ چھوڑو-اگر مجبور ہو کر چھوڑو گے تو تکلیف پہنچے گی-

پس بالارادہ اپنی چیزوں کو دوسروں کو دینا اس لئے کہ ان پر احسان ہو اور ان کو مزہ آئے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ دینے والے کو بھی ضرور مزہ دیتی ہے اور یہ نیکی کی ایسی تعریف ہے جس میں آپ کبھی کوئی فرق نہیں دیکھیں گے-بدی میں یہ بات نہیں ہوتی-بدی میں کم سے کم بدی کرنے والا لذت محسوس بھی کرے تو جس کے خلاف کی جاتی ہے وہ محسوس نہیں کرتا-لیکن نیکی میں دو طرفہ مزہ ہے اور دو طرفہ مزہ بھی ایسا جو دائمی ہو جاتا ہے جو کہ ہمیشہ باقی رہ جاتا ہے-پس اگر کوئی شخص احسان کا مزہ اٹھانے لگ جائے تو وہ اور زیادہ احسان کرے گا یعنی اور زیادہ اپنی مرضی سے اپنے حقوق دوسروں کی طرف منتقل کرے گا یہاں تک کہ بظاہر انبیاء کے مرتبے پر پہنچتے پہنچتے انسان اپنے سارے حقوق سوسائٹی کی طرف منتقل کر بیٹھتا ہے، اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا-اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی زندگی بڑی بدمزہ ہو گئی ہے-حالانکہ جو لطف احسان کا انبیاء کو محسوس ہوتا ہے دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا-

پس یہ خیال کر لینا کہ نبی احسان کر کے تکلیف اٹھاتے ہیں بالکل غلط ہے-وہ تکلیف اٹھا کے بھی احسان کرتے ہیں- یہ فرق ہے جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہمیں دائمی سبق کے طور پر ملتا ہے- آنحضرت ﷺ نیکی کرنے پر مجبور تھے یعنی اپنی فطرت کی وجہ سے نیکی کی قدر کو انہوں نے محسوس فرمایا اور اتنا محسوس کیا کہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے-پس عادت ایک ایسی چیز ہے جو دونوں جگہ ہے-چور بھی عادی ہو جاتا ہے، قاتل بھی عادی ہو جاتا ہے، سمگلنگ کرنے والا بھی عادی ہو جاتا ہے، گھروں میں ڈاکے ڈالنے والا بھی عادی ہو جاتا ہے مگر اس کی عادت لازماً دوسروں کو نقصان پہنچاتے پہنچاتے اس کی اپنی ذات میں ایک نقصان کے طور پر جمع ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ دن بدن خود اپنی نظر میں بھی گرتا ہے، سوسائٹی کی نظر میں بھی گرتا ہے مزید بدی کے بغیر اس کو مزہ نہیں آسکتا-بدی سے جو مزہ ملتا ہے وہ دائمی نہیں ہوتا چند دن میں ختم ہو جاتا ہے-اور ایسی صورت میں اس کی روح بھی ان باتوں سے متاثر ہوتی ہے اور جس کو ہم جہنم کہتے ہیں وہ اسی چیز کا دوسرا نام ہے-ہر انسان جو بدیوں میں ملوث ہو اپنی روح کے لئے ایک جہنم پیدا کر رہا ہے-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی فلسفے کو یعنی سارا اسی فلسفے پر مبنی تو کتاب نہیں مگر "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں اسی فلسفے کو، اس کتاب کے مضامین کے ایک حصے کے طور پر پیش فرمایا ہے- بہت سے لوگ پڑھیں بھی تو پوری طرح سمجھتے نہیں مگر امر واقعہ یہی ہے کہ آج اس دنیا میں ہم آئندہ دنیا کے لئے جنت اور جہنم بنا رہے ہیں-اور بچوں کو یہ سمجھانا ضروری ہے کہ تم جو کچھ بھی کرو گے اس سے کچھ فائدہ بھی اٹھاؤ گے اور کچھ نقصان بھی-لیکن جو نقصان تم خود کسی اعلیٰ قدر کی خاطر اٹھاتے ہو اس نقصان میں مزہ ہے اور اس نقصان میں باقی رہنے والا مزہ ہے-

پس آپ اپنے بچپن کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں- آپ کو بچپن کی وہی باتیں سب سے زیادہ پیاری لگیں گی جن میں آپ نے کچھ نہ کچھ ایسی بات کی تھی جس سے ماں خوش ہو گئی، باپ خوش ہو گیا، بہن خوش ہو گئی یا کوئی غریب ہمسایہ خوش ہو گیا- بسا اوقات ایک چھوٹا سا فعل ہے ایک غریب بھوکے کو روٹی کھلانا- ایک بچہ جب روٹی کھلاتا ہے تو پھر دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اس کے چہرے پر کیا اثر پڑ رہا ہے-جب اس کی تکلیف مٹ رہی ہوتی ہے اس کے چہرے پہ ایک سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے تو ویسا ہی سکون بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، ویسا ہی اطمینان بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، بچے کے دل میں پیدا ہو رہا ہوتا ہے-جس پر احسان ہے وہ اس بات کو بھول بھی سکتا ہے روٹی کھائی، پیٹ بھرا اور بھول گیا لیکن جس نے کسی کا پیٹ بھر کر اس کے مزے کو دیکھا ہو وہ اس چیز کو کبھی نہیں بھول سکتا، ساری عمر کے لئے ہمیشہ اس کا یہ ایک فعل اس کے لئے مزید نیکیاں پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے-

پس اس **معاشرے میں جہاں ماحول نیکیوں کے مخالف ہے جہاں بدیوں کو تقویت دینے والا ہے وہاں بچپن ہی سے نیکیوں سے ذاتی لگاؤ پیدا کرنا اور اس کے لئے روزمرہ کے مواقع سے فائدہ اٹھانا بہت ضروری ہے**-فائدہ اٹھانا اس لئے کہ اگر آپ محض تلقین کریں گے تو یہ تلقین ضروری نہیں کہ بچے پر نیک اثر ڈالے- بچوں سے کچھ کام کروا کے دیکھیں، کچھ نیکی اس سے ایسی صادر ہو جس میں آپ اس کے مددگار ہوں پھر دیکھیں کہ اس کے دل پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے- میں نے کئی دفعہ مثال دی ہے ہمیں بچپن میں چندہ دینے کی عادت ماں نے ڈالی- کچھ پیسے وہ دیا کرتی تھیں اور پھر کہتی تھیں دوسرے ہاتھ سے کہ اللہ میاں کے لئے واپس کر دو- چونکہ اس میں جبر کوئی نہیں تھا بلکہ ایک تحریص تھی اس لئے جب ہم واپس کرتے تھے تو مزہ آتا تھا اور دن بدن، سال بہ سال یہ احساس بڑھتا گیا کہ ہمارا بھی نام ان لوگوں میں ہے جنہوں نے دین کی خاطر کوئی قربانی کی ہے-اس کے بعد یہ سکھانے والا باقی رہے نہ رہے یہ نیکی ضرور باقی رہ جاتی ہے، ہو نہیں سکتا کہ زندگی بھر ساتھ نہ دے- پس **نیکی کا مزہ صرف سمجھانے سے نہیں آئے گا، نیکی کا مزہ نیکی کروانے سے آئے گا اور یہ وہ چیز ہے جس کی اس معاشرے میں شدید ضرورت ہے**-

دوسری بات یعنی اور بہت سی باتیں ہیں جو میں نے نوٹس کے طور پر اپنے سامنے رکھی ہیں لیکن یہ ایک ایک بات بھی اگر پھیلائی جائے تو بہت پھیل سکتی ہے، **دوسری بات جو سمجھانے کی ضرورت ہے وہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے**- جیساکہ میں نے بیان کیا جب بچے باہر سکولوں میں جاتے ہیں تو بعض لوگ ان کو حقارت سے دیکھتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن ان میں اگر خود اعتمادی ہو اور ماں باپ ان کو پہلے سے سمجھا چکے ہوں کہ تمہاری نیکیوں پر سوسائٹی تمسخر اڑائے گی، تمہیں ذلیل نظروں سے دیکھے گی لیکن تم نے سر اٹھا کر چلنا ہے-اگر کہیں سر اٹھانا جائز ہے تو اس موقع پر سر اٹھانا جائز ہے اور لازم ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بتائیں کہ تم کوڑی کی بھی پرواہ نہ کرو جو چاہے دنیا کہتی پھرے جس طرح چاہے دیکھے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا کردار تب بنے گا کہ تم جن باتوں کو اچھا سمجھتے ہو انہیں کرنے کی جرأت رکھتے ہو-

چنانچہ بہت سی احمدی بچیوں کی تربیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجھے اسی اصول سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ملی- کئی ایسی بچیاں ہیں انگلستان میں جو پردے کی عمر کو پہنچیں لیکن سوسائٹی سے متاثر ہو کر پردے کے لئے تیار نہیں تھیں اور ماں باپ کے سامنے بھی انہوں نے کہا نہیں، ہم نہیں یہ کام کر سکتیں- جب ماں باپ نے مجھے بتایا میں نے ان کو بلایا اور پیار سے سمجھایا- میں نے کہا تم یہ دیکھو کہ تم پردہ کس کے لئے کر رہی ہو اللہ کے لئے یا ماں باپ کے لئے یا اور کوئی پیش نظر بات ہے-اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ قربانی چاہتا ہے کہ تم اپنے حسن کو، اپنی دلآویزی کو چھپاؤ اور معاشرے کی بے راہرو آنکھوں کو اجازت نہ دو کہ وہ تم پر حملہ کریں یا حرص کے ساتھ تمہیں دیکھیں تو پھر یہ ایک اچھی بات ہے-اگر تم اچھی بات سے آج شرما گئیں تو ہمیشہ ساری اچھی باتوں سے شرماتی رہو گی-دل میں یہ خیال کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں سوسائٹی کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کیونکہ وہ بد ہے اور تم اچھی ہو تم نے ان کو سبق دینا ہے- چنانچہ جب ان باتوں کو خوب اچھی طرح وہ سمجھ گئیں تو پھر میں نے ان کو دیکھا پردے میں ملبوس اور میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک کے سامان ہوئے اور ساری عمر کے لئے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان ہوئے- اتنا لطف آتا تھا ان کو دیکھ کر پھر اور وہ بڑے مزے سے میری طرف آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یوں ہلکا سا، یہ بتا جاتی تھیں کہ ہاں ہم خوش ہیں- ہمیں اب پتہ چلا ہے کہ ہم کیا چیز ہیں- پس **نیکی پر خوداعتمادی یہ بہت ضروری ہے اور اس خوداعتمادی کے فقدان کے نتیجے میں نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں**- پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں- تمہاری عزت اور اعلیٰ اقدار گندگیوں سے مونہہ موڑنے سے وابستہ ہیں- سوسائٹی ایک طرف مونہہ کر کے جاتی ہے تم دوسری طرف مونہہ کر کے چلو اور اس میں تمہارا سر فخر سے اٹھنا چاہئے، ذلت کا احساس نہیں ہونا چاہئے- اگر نیکی کے ساتھ ذلت کا احساس ہو تو یہ نیکی کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی- پس اکثر خرابی یہاں بچوں میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ان کو گھر میں نیکی میں عزت کا احساس نہیں بتایا جاتا- یہ نہیں بتایا جاتا کہ تم میں تو اس

سے خود اعتمادی پیدا ہونی چاہئے، تم اونچے ہو تم گھٹیا لوگوں سے شرماتے ہو- یہ تم کیا چیز ہو، کیا کبھی جانوروں سے بھی تم شرمائے ہو کہ جانور ہر قسم کی بے ہودہ حرکتیں کر رہے ہیں اور تم انسانوں کی طرح چل رہے ہو- تمہیں جانوروں پر رحم تو آسکتا ہے مگر جانوروں سے شرما نہیں سکتے- پس انسانی ماحول میں بھی جانور بس رہے ہیں اور جانور وہ جو مادر پدر آزاد ہیں، جانوروں سے بھی بے حیائیوں میں آگے بڑھ گئے ہیں ان کے سامنے تمہیں سر اٹھا کر چلنا ہے-

یہ وہ تکبر ہے جس میں حقیقت میں بنیادی طور پر انکساری ہے کیونکہ خدا کی خاطر آپ اپنا سر اٹھا رہے ہیں اور ایسے موقع پر آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ بعض دفعہ نیکیوں کا اثر ڈالنے کے لئے سر اٹھانا ہی نیکی بن جایا کرتا ہے- **اپنی اعلیٰ اقدار پر سر اٹھا کر چلیں کوڑی کی بھی پرواہ نہ کریں کہ کوئی آپ کو کس طرح دیکھتا ہے اور کیا سمجھ رہا ہے یہ احساسِ خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے**- اگر آپ نے نہ کیا تو پھر بارہ، چودہ، پندرہ سال کے بعد بالکل آپ کا بس نہیں رہے گا- آپ کو اختیار نہیں رہے گا- پھر دنیا کی لذتیں ان کو اس عمر میں اپنی طرف اس طرح کھینچیں گی کہ ان کے نزدیک خود اعتمادی کا کوئی سوال باقی نہیں رہے گا-

پس بہت سے ایسے خاندان میں نے دیکھے جن کے بچے ماں باپ سے ڈرے ہوئے تھے اور نظر آرہا تھا کہ ماں باپ بڑے جبار ہیں اور ان کی مجال نہیں کہ وہ ان سے ہٹ کر چلیں اور مجھے ان کے متعلق تشویش پیدا ہوتی تھی، رحم آتا تھا کہ کیسی تربیت ہے کہ جب بھی یہ آزاد ہوں گے ان ماں باپ کی کوڑی کی بات بھی نہیں سنیں گے- پس خاص طور پر افرو امریکن بچوں کے لئے میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا ہے افرو امریکن ماں باپ جو نیک اور مخلص ہیں وہ اس طرح کرخت بھی ہیں اور اپنے گھر میں اپنی سلطنت قائم کرنے میں بڑے جابر ہیں- ان کے بچوں کو میں نے دیکھا ہے بہت سر جھکا کر چل رہے ہیں، مجال ہے جو ادھر سے ادھر ہو جائیں- کئی دفعہ غلطی سے انہوں نے بایاں ہاتھ کر دیا تو سختی سے ڈانٹ پڑی خبردار! دایاں ہاتھ آگے کرو- جزاکم اللہ اس طرح کہو، فلاں بات یوں کہو اور ماں باپ سمجھ رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے بچوں کی کیسی اچھی تربیت کی ہے- ان کو یہ نہیں پتہ کہ کل بچے مڑ کر دیکھیں گے اور کہیں گے اب جو کرنا ہے کر لو اب ہم تم سے نکل کے آزاد ہو چکے ہیں-

تو نیکی کی لذت حاصل کرنا اور لذت حاصل کرنا سکھانا یہ ماں باپ کا کام ہے- نیکی سے وابستگی لذت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی- کوئی انسان سر پھرا تو نہیں ہے کہ بے وجہ لذتوں سے مونہہ موڑ لے جب تک بہتر اور اعلیٰ لذتیں نصیب نہ ہو- اس لئے خدا تعالیٰ کا یہ ایک دائمی قانون ہے جس کو آپ کو پیش نظر رکھنا ہے- ﴿ادفع بالتی ھی احسن السیّئۃ﴾ سارے قرآن میں یہ مضمون بیان ہوا ہے- برائی کے خلاف جہاد کی اجازت نہیں جب تک کہ اس سے بہتر چیز آپ پیش نہیں کر سکتے- پس احسن کے ذریعے بدی کو دور کریں- اچھی چیز پاس ہے تو وہ دیں تاکہ بدی اس سے نکل کر دور بھاگے اور اچھی چیز میں خوبی یہ ہوا کرتی ہے یعنی اچھی چیز کا اچھا دیکھنا ضروری ہے یہاں جا کر فرق پڑ جاتا ہے-

جب آپ کے بچے اچھی چیز کو اچھا نہیں دیکھتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ سے ڈرے ہوئے ہیں- وہ سمجھتے ہیں ماں باپ کا خیال ہے کہ اچھی ہے جب تک ہم ان کے قبضہ قدرت میں ہیں ہم بھی اچھا کہیں گے اس کو اور جب نکلیں گے تو پھر جو ہماری مرضی کریں گے- لیکن اچھے کو اچھا دکھانے کے لئے وہ تجربے ضروری ہیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں- اچھی چیزوں کی لذت دل میں پیدا کریں- اور میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ صرف بحیثیت خلیفہ باقی بچوں کی تربیت میں اس سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے بچوں کی تربیت میں ہمیشہ اس سے کام لیا ہے اور اللہ کے فضل کے ساتھ جب ان کو نیکیوں سے محبت پیدا ہوئی تو اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں کہاں ہوں- اپنے گھروں کی تنہائیوں میں، اپنے بچوں میں جہاں بھی وہ ہیں ان کو بچپن ہی سے نیکیوں سے پیار ہو چکا ہے اور وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتے- **پس آپ اپنے بچوں کو بچپن ہی میں وہ اہمیت دیں جس کے وہ مستحق ہیں، ان سے بڑوں کی طرح باتیں کریں ان کو سمجھائیں اور ساتھ لے کر چلیں-**

اس ضمن میں خود اعتمادی کے علاوہ بعض اور باتیں ہیں جو اب بیان کرنا ضروری ہیں- مثلاً **عبادت کا فلسفہ بچپن ہی سے ان کو سمجھانا ضروری ہے**- میں نے یہ کہا کہ جب آپ ان کے دل میں نیکی کا پیار پیدا کر دیں، دل میں یقین بھر دیں کہ ہاں یہ اچھی چیز ہے وہ اس سے چمٹے رہیں گے مگر یہ کہنا اس تحدی کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ بہت سے ایسے بچے بھی میں نے دیکھے ہیں جن کے ماں باپ نے پوری محنتیں کیں لیکن ماں باپ دنیا سے رخصت ہوئے پھر وہ اس دنیا میں پڑ کر کہیں سے کہیں سرکتے ہوئے چلے گئے- ایک چیز ہے جو ہمیشہ ان کی محافظ رہ سکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے- اور **عبادت کے فلسفے میں خدا کی محبت کا فلسفہ داخل کرنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر حقیقت میں عبادت کے کوئی بھی معنے نہیں-**

پس بچپن ہی سے نیکیوں سے پیار کے ساتھ ساتھ اس وجود سے پیار پیدا کرنا ضروری ہے جو نیکیاں سکھانے والا ہے اور اس میں سب سے اہم انسانوں میں آنحضرت ﷺ ہیں- اور پھر اس کے بعد عبادت کا فلسفہ جو آنحضور ﷺ کے حوالے ہی سے بیان کیا جائے گا- اور اس بات کو اگر بچے سمجھ لیں کہ عبادت کیوں ضروری ہے تو پھر وہ خود ہی عبادت کریں گے- اور اگر وہ خود عبادت کرنے لگیں گے تو پھر ان کی عبادت کو پھل لگیں گے- اگر آپ کے کہنے پر عبادت کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ احمدیوں میں عبادت کرنی ضروری ہے تو وہ عبادت ضروری نہیں کہ ہمیشہ ان کا ساتھ دے- پس عبادت کے تعلق میں بعض اہم امور ہیں جو آپ کو پیش نظر رکھنے ضروری ہیں-

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کیوں کی جاتی ہے، انبیاء عبادت کیوں کرتے ہیں اس کا فلسفہ آپ کو سمجھایا جائے- بعض بچے کہتے ہیں صبح ہم سے اٹھا نہیں جاتا، کیوں اٹھیں- ایک دو نمازیں Miss ہو گئیں تو کیا فرق پڑ گیا بعض کہتے ہیں چار پانچ Miss ہو گئیں تو کیا فرق پڑا، ہم اسی طرح ٹھیک ٹھاک ہیں- جب تک آپ عبادت کا فلسفہ ان کو نہیں سمجھائیں گے ان کو یہ فرق سمجھ نہیں آئے گی- ابھی ایک ملاقات میں یعنی ابھی سے مراد ہے کچھ دن پہلے، ایک بچے نے کہا کہ صبح کی نماز میں اس وقت اٹھنا کیوں ضروری ہے اور اگر میں صبح کی نماز نہ بھی پڑھوں تو کیا فرق پڑتا ہے- میں نے کہا آپ مجھے یہ بتائیں آپ ناشتہ کرتے ہیں- کہ ہاں میں کرتا ہوں- تمہیں اچھا لگتا ہے؟ اس کو اتفاق سے اچھا لگتا تھا بعض بچوں کو نہیں لگتا، کہ ہاں مجھے بہت اچھا لگتا ہے- میں نے کہا نہ کیا کرو کیا فرق پڑتا ہے؟ تو اس کو سمجھ آئی ہاں فرق پڑتا ہے- مگر وہ فرق ہے کیا، یہ جب تک نہ سمجھایا جائے اس وقت تک محض فلسفیانہ جواب سے اگر عقل مطمئن بھی ہو تو پوری طرح دل مطمئن نہیں ہوا کرتا- ناشتہ اچھا لگتا ہے اس لئے کہ اس کو کھانے سے مزہ آتا ہے- اگر آپ کہہ دیں کہ عبادت بھی اور صبح کی نماز بھی ایک ناشتہ ہے تو مان تو جائے گا مگر اس نماز میں اگر مزہ ہی نہ آئے تو اس کو کیا پتہ کہ یہ ناشتہ تھا بھی کہ نہیں اس لئے عبادت میں مزہ پیدا کرنا یہ آغاز ہی سے ضروری ہے- اور اس سلسلے میں بہت لمبی باتیں ہیں جو بیان کی جا سکتی ہیں مگر وقت کی رعایت کے پیش نظر میں مجبور ہوں کہ اس بات کو ذرا مختصر کروں-

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنی عبادت پر غور کیا کہ آپ کو کیوں مزہ آیا- خدا سے تعلق کی جھرجھری جب تک دل میں پیدا نہ ہو اس وقت تک عبادت میں مزہ ہی نہیں آسکتا اور اس تعلق کو پیدا کرنے کے لئے احسان کرنے والے اور احسان مند کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو کھولنا ضروری ہے- چنانچہ بچوں کو یہ سمجھانا پڑے گا تمہیں ناشتہ پسند ہے مگر پتہ ہے کہ ناشتہ پیدا کیسے ہوا- ایک ایسا قادر مطلق ہے جو رب العالمین ہے اس نے تمام جہانوں کی ربوبیت کی ذمہ داری آپ اٹھائی تھی- تمہیں تو خدا نے اتنے اچھے اچھے کھانے، اتنے اچھے اچھے رزق عطا فرمائے ہیں مگر ساری دنیا پر نظر ڈال کے دیکھو، سمندروں کی گہرائیوں میں بھی رزق مقرر ہے- اڑنے والے پرندوں کے لئے آسمان کی بلندیوں تک جو جاتے ہیں ان کے لئے بھی رزق مقرر ہے- کوئی کائنات میں ایسا جاندار نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رزق کے سامان نہ فرمائے ہوں اور اس پر اگر آپ غور کریں تو حیران رہ جاتے ہیں- ان کو سمجھانا پڑتا ہے-

چنانچہ اپنے گھر میں بچوں کو بعض دفعہ میں سمجھاتا ہوں کہ باہر نکل کے دیکھو پرندے صبح اٹھتے ہیں ان کو کوئی پتہ نہیں کہ کہاں سے کیا ملے گا- کوے اٹھتے ہیں اور چہچہانے والے چھوٹے چھوٹے پرندے صبح کے وقت بیدار ہو جاتے ہیں- پانی پہ بیٹھنے والے پرندے ہیں ان کو پتہ نہیں مچھلی کہاں ہے- ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ رزق کے سامان فرمائے ہیں بلکہ سامان حاصل کرنے کے ذریعے بھی بیان فرمائے ہیں، ان کے اندر ودیعت کر دیئے ہیں- چنانچہ ایک دفعہ ایک جھیل پہ Seagulls اڑ کے اتر رہی تھیں بار بار ایک جگہ، میں نے ساتھ مسافروں کو سمجھایا- میں نے کہا دیکھو یہ Seagulls جو دیکھ رہی ہیں وہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا- تم ڈھونڈ رہے ہو، مچھلیوں کے لئے راڈیں پکڑی ہوئی ہیں اپنی، کہ کہاں مچھلیاں ہیں اور کچھ پتہ نہیں- لیکن ان کو خدا تعالیٰ نے نہ صرف وہ آنکھ دی ہے جو پہچانتی ہیں مچھلیوں کو بلکہ جب ان پر گرتی ہیں تو بعینہ نشانے پر گرتی ہیں اور دیکھو جو بھی نیچے جاتی ہے کچھ اٹھا کر اوپر نکلتی ہے- کیسا کیسا قدرت نے رزق کا سامان مقرر فرمایا ہے- تم بھول جاتے ہو اس بات کو کہ جو ناشتہ تم کر رہے ہو، جو کھانا تم کھا رہے ہو اس کے

لئے خدا نے قانون قدرت میں کتنی دیر سے سامان بنا رکھے ہیں- تو وہ ماں باپ جو تمہیں کوئی اچھا ناشتہ دیتے ہیں یا کوئی دوست دعوت کرتے ہیں کسی کو چائنیز کھانا پسند ہے تو ہوٹل میں لے جاتے ہیں دیکھو کتنا دل چاہتا ہے ان کا شکریہ ادا کرنے کو اور جتنا شکریہ ادا کرتے ہو تمہیں بھی مزہ آتا ہے، جس کا شکریہ ادا ہو رہا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے خرچ کیا تھا اس کو خرچ میں مزہ آنے لگتا ہے تو تم نے کبھی سوچا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سارے سامان کر رکھے ہیں اور وہ نہ کرے تو کچھ بھی باقی نہ رہے- ایک پانی پر ہی غور کر کے دیکھ لو کہ قرآن کریم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بندوں کو متوجہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر ہم پانی کو گہرائی میں لے جائیں تو کون ہے جو اسے نکال سکے- امر واقعہ یہ ہے کہ جب خشک موسم آتے ہیں تو پانی نیچے اترنے لگتے ہیں جب نیچے اترنے لگتا ہے تو کوئی دنیا کی طاقت بڑی سے بڑی طاقت بھی ہو اتنا خرچ کر ہی نہیں سکتی کہ اسی پانی کو اٹھا کر اس سے اپنے رزق کے سامان بھی پیدا کرے اور پیاس بھی بجھائے، وہ اترتے اترتے اس مقام تک پہنچتا ہے کہ اس کو اوپر آنا بہت مہنگا ہو جاتا ہے اور پھر غائب بھی ہو جایا کرتا ہے- تو یہ تفصیل ہے جو رزق سے تعلق رکھتی ہے- اس ایک ناشتے کے حوالے سے آپ رفتہ رفتہ بچوں کو ایسی باتیں بتا سکتے ہیں جو قانون قدرت میں ہر جگہ دکھائی دیتی ہیں ان کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کو سمجھانا ضروری ہے- وہ سمجھیں اور ان کو بتائیں کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے سارے سامان کئے ہوئے ہیں اور خود غائب ہو گیا ہے- تم اسے ڈھونڈو اپنے تصور میں اور اس کا شکریہ ادا کرو پھر تمہیں لذت آئے گی کہ شکریہ ہوتا کیا ہے اور جب تم شکریہ ادا کرو گے تو وہ خدا تم پر اور زیادہ مہربان ہو گا-

یہ عبادت کا فلسفہ سکھانے کے لئے ابتدائی چیزیں ہیں- اس لئے بچے سے کہا جائے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہو اگر تمہیں ساری نماز کا ترجمہ نہیں بھی آتا تو اس دن کی اچھی باتوں پر اللہ کا شکریہ ادا کر لیا کرو کہ اے اللہ تو نے آج میرے لئے یہ کیا، مجھے بہت مزہ آیا- میں نے آج ٹھنڈا پانی پیا، میں نے کوکا کولا پی اور میں نے فلاں ہمبرگر کھایا جو بھی کھایا کرتے ہیں لوگ یہاں، تو اس وقت سوچا تو کرو کہ اصل دینے والا کون ہے- اگر اس طرح بعض لذتوں کا تعلق دینے والے ہاتھ کے ساتھ قائم کر دیا جائے تو یہ عبادت کا پہلا فلسفہ ہے جو بچے کے دل میں جانشین ہو گا اور پھر اسے ایک اور ہاتھ ہے جو اٹھا لے گا جس کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بچہ جب پیار سے اپنے اللہ سے کوئی بات کرتا ہے تو میرا تجربہ ہے کہ اللہ ضرور اس کا جواب دیتا ہے اور ایک بچے کے دل میں اگر خدا کے لئے کوئی شکر پیدا ہو تو اللہ اس کے دس شکر ادا کرتا ہے اور ان معنوں میں وہ شکور ہے-

اب حیرت کی بات ہے کہ اللہ تو ہر احسان کرنے والا اور ایسا وجود ہے جس کو کسی کے شکر کی ضرورت کوئی نہیں کوئی اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا- لیکن وہ شکریہ کس بات کا ادا کرتا ہے، شکر کا شکریہ ادا کرتا ہے اور یہ چیز اس نے انسانی فطرت میں بھی رکھ دی ہے- پس بچوں کو سمجھانا ضروری ہے کہ دیکھو ایک بچہ تم سے کوئی اچھا سلوک کرے رستہ چلنے والا تمہیں ایک لفٹ ہی دے دیتا ہے تو کتنا تمہارے دل میں شکریہ اٹھتا ہے اور جب تم شکریہ کرتے ہو تو وہ بھی آگے تمہارے شکریے کا شکریہ ادا کرنے لگ جاتا ہے- کہتا ہے چھوٹی سی بات تھی کچھ بھی نہیں تھا آپ نے تو بہت ہی محسوس کیا ہے- تو شکر کرنے والا حقیقت میں ایک بات کا شکر ادا کر رہا ہوتا ہے اور جو اس کے جواب میں شکریہ ادا کرتا ہے وہ صرف شکر کا شکریہ ادا کرتا ہے-

تو شکر کو طاقت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام قائم فرمایا ہے کہ بندہ ایک شکر کرتا ہے اللہ دس شکر کرتا ہے اور ہر شکر کے جواب میں اس پر اور زیادہ احسان فرماتا ہے- اس طرح بچے کو اگر آپ سمجھائیں تو وہ خود دیکھے گا اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ واقعۃً ایسا ہوتا ہے، واقعۃً اللہ تعالیٰ ہمارے ادنیٰ ادنیٰ شکر کو قبول فرماتے ہوئے اتنا شکر ادا کرتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے- ایسے موقع پر لازم ہے کہ روح پگھلے خدا کے حضور اور ایسے موقع پر لازم ہے کہ روح خدا کے حضور سجدہ ریز ہو اور یہ باتیں وہ ہیں جو روزمرہ کے تجربے میں آئی ہوئی باتیں ہیں، کوئی فلسفہ ایسا نہیں جو آسمان پر اڑ رہا ہے- یہ فلسفہ وہ ہے جو روزمرہ کی زندگی میں انسانی تعلقات میں بھی ہم دیکھ رہے ہیں اور بندے اور خدا کے تعلق میں بھی یہی دکھائی دیتا ہے- تو محض یہ کہہ دینا کہ جی پانچ وقت نمازیں ضروری ہیں تم نے لازماً پڑھنی ہیں یہ اور بات ہے اور ان نمازوں سے محبت پیدا کرنا اور نمازوں کا فلسفہ سکھانا یہاں تک کہ وہ دل کو متحرک کر دے، دل میں ایک تموج پیدا کر دے یہ وہ چیز ہے جو بچوں کی آئندہ نمازوں کی حفاظت کرے گی- اور ایسی حفاظت کرے گی کہ ماں باپ بچپن سے ہی ان کو چھوڑ کر جا سکتے ہیں پھر وہ خدا کے حوالے ہوں گے، اللہ ان کا ہاتھ پکڑ لے گا اور ماں باپ کی آرزوں کو ایسے وقت میں پورا کرے گا جب ماں باپ موجود ہی نہیں ہیں-

پس اگر اپنے بچوں کے دل میں خدا کی محبت عبادت کے حوالے سے پیدا کریں تو یہ نظام وہ ہے جو بچوں کی ہر حال میں ہر جگہ حفاظت فرمائے گا- ایسے اعلیٰ کردار کے بچے جب پیدا ہوں پھر وہ سوسائٹی میں جائیں تو ان کو اس کی کوئی بھی پرواہ نہیں ہو گی یعنی اس پہلو سے تو پرواہ ہو گی کہ یہ بھی اچھے ہو جائیں، اس پہلو سے پرواہ ہو گی کہ ان کو بھی میں بتاؤں کہ خدا کی محبت میں کیا مزے ہیں نیکیوں میں کیا لذات ہیں- مگر اس پہلو سے کوئی پرواہ نہیں ہو گی کہ وہ ان کی نیکیوں کو بدی کے ساتھ دیکھ رہا ہے- چنانچہ آپ ہی کے امریکہ میں ایک دفعہ نہیں بارہا ایسا ہوا ہے کہ بعض احمدی بچوں نے لڑکوں نے یا بعض احمدی لڑکیوں نے خطوں کے ذریعے مجھ سے سوال کئے اس طرح ہمارے لئے مسئلہ درپیش ہے بتائیں ہم کیا کریں- ان کو میں نے یہ تفصیل سے تو نہیں سمجھایا مگر کسی حد تک مختصر مرکزی بات سمجھا دی کہ آپ اگر ایک بات کو نیکی سمجھ رہے ہیں تو اس کے اوپر ذاتی فخر محسوس کریں اور سوسائٹی کی کوئی پرواہ نہ کریں پھر دیکھیں کہ آپ کے دل میں کیا کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور بلا استثناء ان سب نے مجھے یہی بتایا کسی نے جلدی کسی نے دیر کے بعد کہ اب تو ہم مؤثر ہونے لگ گئے ہیں اور سوسائٹی متاثر ہو رہی ہے اب لوگ قریب آ کر ہمارے انداز سیکھ رہے ہیں-

اس ضمن میں ایک اور بات جو آپ کو سمجھانے والی ہے وہ یہ ہے کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو آپ معمولی نہ سمجھا کریں- میں نے کئی بچوں کو دیکھا ہے ان کے گلے میں تعویز سے لٹکے ہوئے ہیں، کسی کے کان میں بندا پڑا ہوا ہے، کسی کے بالوں کا حلیہ بگڑا ہوا ہے قریب سے رگڑے گئے ہیں بال اور اوپر سے بڑے بڑے ہیں، ٹوپی پہنیں تو لگتا ہے ٹنڈ کروائی ہوئی ہے ٹوپی اتاریں تو بڑے بڑے بال دکھائی دیتے ہیں- ان کو سمجھانا چاہئے کہ اگر تم کچھ عرصے پہلے جب یہ فیشن نہیں تھا کسی دکان میں جاتے وہ یہ حالت تمہاری بنا دیتا تو نہ صرف یہ کہ تم نے پیسے نہیں دینے تھے اس سے بڑی سخت لڑائی کرنی تھی کہ او بدبخت تو نے کیا حال بنا دیا ہے یہ کوئی شکل ہے میری دیکھنے والی- اب اسی شکل کو تم لئے پھرتے ہو سوسائٹی میں، اس لئے نہیں کہ تمہیں پسند ہے اس لئے کہ تم پیچھے چلنے لگ گئے ہو، تم غلام ہو گئے ہو اور غلام کی کوئی عزت نفس نہیں ہوا کرتی- ان کو یہ سمجھائیں کہ کیا ہو گیا ہے- تم فیشن کی پیروی کرنے والے نہ بنو فیشن بنانے والے بن جاؤ- وہ بنو جس کے پیچھے لوگ چلا کرتے ہیں- تو اگر بچے سمجھ جائیں بات کو تو ان کے اندر تبدیلی ہوتی ہے- انگلستان میں بارہا ایسا مجھے تجربہ ہوا ہے کئی بڑے بڑے چھتوں والے میرے پاس آئے بعضوں نے گتیں بنائیں ہوئی تھیں اور میں نے کہا یہ تم نے کیا کیا ہوا ہے- تو ماں باپ نے کہا کہ یہ بات نہیں مانتا آپ چھوڑ دیں اس کو- میں نے کہا کیوں نہیں مانتا میں ابھی سمجھاتا ہوں اس کو اور اگلی دفعہ آئے بالکل نارمل، گتیں کاٹی ہوئی، بعضوں نے میرے سامنے ہی اپنے تعویذ نوچ پھینکے کہ آج کے بعد ہم نہیں پہنیں گے یہ ذلیل چیز ہے- تو سمجھانے سے انسان اپنے اندر تبدیلی پیدا کیا کرتا ہے اور سمجھانے سے اندر کا انسان بدلتا ہے- جب تک آپ اندر کے انسان کو نہیں بدلیں گے بیرونی انسان بدلنے سے کیا حاصل ہو گا-

پس وہ سوسائٹی جو مخالفانہ اثر رکھنے والی سوسائٹی ہے اس نے تو ہر وقت آپ کے بچوں کو آپ سے چھیننے کی کوشش کرنی ہے- آپ کا جواب یہ ہونا چاہئے کہ ان کے اندر وہ دفاع پیدا کر دیں کہ سوسائٹی کو جرأت نہ ہو ان کو بدلنے کی اور وہ سوسائٹی کو بدلیں اور اپنے گردوپیش میں تبدیلیاں پیدا کریں- پس وہ احمدی جو نو احمدی ہیں مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اب ہم امریکہ کو کیسے بدلیں گے ان کو میں یہ جواب دے رہا ہوں کہ اسی طرح بدلیں گے جیسے ایک انسان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ساری سوسائٹی کو بدل دیا تھا- اور اس میں تبدیلی پیدا کرنے والی ایسی باتیں پیدا ہو چکی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری دنیا کو تبدیل کرنے کے لئے مقرر فرما دیا- آج وہ ہم میں نہیں مگر ان کی قوت قدسیہ ہم میں موجود ہے- وہی قوت قدسیہ ہے جس نے مسیح موعود کو پیدا کیا ہے، وہی قوت قدسیہ جو آج جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے نیکی کے لئے محبت کرنے والے پیدا کر رہی ہے- تو آنحضرت ﷺ کو آج سے چودہ سو سال پہلے ساری دنیا کو بدلنے کے لئے اگر پیدا کیا جا سکتا تھا تو آخر کیوں پیدا کیا گیا تھا اس لئے کہ آپ نے اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کر لی تھی جو ماحول کو بدلا کرتی ہے- آپ ایک ذرہ بھی ماحول سے متاثر ہونے والے نہیں رہے- پس اپنے اندر وہ انسان پیدا کریں اور اپنے بچوں میں وہ انسان پیدا کریں کہ متاثر ہونے کی بجائے مؤثر ہو جائے اور یہی خاتم کا دوسرا نام ہے- بعض لوگ سمجھتے نہیں کہ خاتمیت کیا چیز ہے تو آنکھیں بند کر کے بس خاتمیت کا لفظ اٹھائے چلے جاتے ہیں کہ اب نبی کوئی نہیں، نبی کوئی نہیں- خاتمیت تو ایک ایسی مہر ہے جو محمد رسول اللہ کے ہر غلام میں لازماً پیدا ہونی چاہئے- خاتمیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری مہر دوسرے پر اثر انداز ہو جیسے تم ہو کم سے کم ویسا تو بن سکے اور اسی میں ہمارے لئے ایک خوش خبری بھی ہے اور ایک خطرے کا الارم بھی ہے-

آنے والے بہت سے آ رہے ہیں اور مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب امریکہ میں بھی تبلیغ تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے- ابھی اس میں بظاہر اتنی تیزی پیدا نہیں ہوئی جتنی میں توقع رکھتا ہوں لیکن ملاقاتوں میں میں نے ایسے مخلص نئے آنے والے دیکھے ہیں اور نئی آنے والیاں دیکھی ہیں جن کے متعلق بعض دفعہ میں سمجھتا تھا کہ پیدائشی احمدی ہیں اور جب پوچھا گیا تو کسی نے کہا میں چھ مہینے پہلے ہوا تھا یا سال پہلے احمدی ہوئی تھی- بہت نمایاں پاکیزہ تبدیلیاں ہیں- لیکن اگر پرانے احمدیوں میں ان کے اندر وہ تبدیلیاں پیدا نہ ہوئیں تو یہ لوگ پھر زیادہ دیر آپ کے ساتھ نہیں رہ سکیں گے اور ہر وہ شخص جو کسی اور میں

پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے وہ ایک مہر کا مقام رکھتا ہے، وہ اپنی مہر دوسرے پر چسپاں کیا کرتا ہے اور اکثر اس کی بدیاں دوسرے میں منتقل ہو جایا کرتی ہیں۔

پس اس پہلو سے **اپنے بچوں کی بھی حفاظت کریں ان کو چھوٹے چھوٹے خاتم بنالیں جو آنحضرت ﷺ کی خوبیوں کو دوسروں میں رائج کرنے کی طاقت رکھیں**۔ اگر مہر پر دوسری مہر لگ جائے اور وہ مہر مٹ جائے تو اس کو مہر کہا ہی نہیں جاتا۔ پس آپ وہ مہر بنیں جو غیر اللہ کا اثر قبول نہ کرے ورنہ آپ کے نقوش مٹ جائیں گے۔ آپ اپنی مہر کو جب جس پہ ثبت کریں گے جو آپ سمجھ رہے ہیں وہ اس پر ثبت نہیں کرے گی کیونکہ دنیا نے اس کے نقوش بدل دیئے ہوں گے۔ پس سمندر کی لہروں کی طرح جو ریت پر کچھ نقشے بناتی ہیں اپنے نقشے ایسے نہ بنائیں کہ ہر اٹھنے والی لہر اس نقشے کو پھر بدل جائے۔ آج کی لہروں نے کچھ اور نقشے کھینچے ہیں کل کی لہریں کچھ اور نقشے بنا جائیں۔ آپ نے تو دائماً آنحضرت ﷺ کی مہر نبوت کا نقشہ اپنے اندر بنانا ہے اور پھر اس کو جاری کرنا ہے۔ پس جب تک اپنے بچوں میں جاری نہیں کریں گے آئندہ نسلیں سنبھالی نہیں جا سکیں گی۔

﴿ولتنظر نفس مّا قدّمت لِغَدٍ﴾ یاد رکھو خدا کا یہ پیغام ہے آج دیکھو کہ کل کیلئے تم کیا بھیج رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو ﴿ان اللہ خبیر بما تعملون﴾ اگر آج تمہارے نقوش پختہ ہیں، اگر آج تمہارے نقوش دائمی ہیں تو کل تمہاری نسلوں کے نقوش بھی پختہ اور دائمی ہونگے۔ اگر آج یہ روزمرہ مٹنے والے اور بدلنے والے ہیں تو کل کی نسلوں کی کیا ضمانت ہے وہ بھی اسی طرح سمندری لہروں کے سہارے روز اپنے نقش بدلا کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ تبلیغ کے نئے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو جس طرح میں مختصراً آپکو سمجھا رہا ہوں ان تقاضوں کو آپ پوری طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کریں لیکن ایک فرض کے طور پر نہیں بلکہ دلی لگاؤ کے ساتھ۔

دلی لگاؤ اور اعلیٰ اقدار کا ایک گہرا تعلق ہے جو اعلیٰ اقدار کے دوام کے لئے ضروری ہے۔ عارضی طور پر اگر آپ نصیحتیں سن کر اپنے اندر مشکل سے تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور ان نیک تبدیلیوں پر قائم رہنے میں ہمیشہ مشکل محسوس کرتے ہیں تو ان کے دوام کی کوئی ضمانت نہیں، کچھ عرصہ کے بعد آپ کا دل ہار جائے گا اور کہیں گے چلو کوئی بات نہیں کچھ دیر نیکی کرلی اب چلو دنیا کے عیش بھی دیکھ لیں۔ لیکن اگر آپ کو ان سے محبت ہو جائے ان قدروں کے ساتھ، ان اخلاق کے ساتھ جو نیکی کی محبت آپ کے دل میں پیدا کر رہی ہیں تو پھر کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ جس ماحول میں آپ جائیں گے وہ آپ کے ساتھ ساتھ جائیں گی ہمیشہ وہ ماحول کو آپ کے مزاج کے مطابق تبدیل کرتی رہیں گی۔

پس اس پہلو سے آئندہ آنے والی تبلیغ کے لئے بھی اپنے آپ کو تیار کریں اپنی نسلوں کے لئے جو آپ خدا کے حضور جوابدہ ہیں اس نقطہ نگاہ سے بھی ان کو تیار کریں اور یاد رکھیں کہ آنے والوں کا ہم پر حق ہے ہر آنے والے نے اس کی مہر کو ضرور قبول کرنا ہے یا اس کے اثر کو کچھ نہ کچھ ضرور لینا ہے جس نے اسے احمدیت کا پیغام دیا۔ پس بہت بڑا کام ہے مگر ہمیں کرنا ہے۔ امریکہ کی تبدیلی ایک بہت بڑی تبدیلی ہے اگر اب ہم نے نہ کی تو کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ یہ ایک ایسی قطعی بات ہے جس میں کوئی آپ تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔ **آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام دنیا میں تبدیلیاں اور پاک تبدیلیاں قائم کرنے کے لئے پیدا فرمائے گئے ہیں** ان کو دنیا سے نکال دو تو دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

دیکھو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا سے کیا عرض کیا تھا جب آپ کو بتایا گیا کہ لوط کی قوم مٹائی جانے والی ہے تو بہتوں سے شروع کر کے آخر دس تک جا پہنچے اے خدا ان میں دس بھی نیک نہیں ہیں جن کی خاطر لاکھوں کو زندہ رکھا جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے جواب دیا کہ دس بھی نیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رحم کے تعلق میں بہت جھگڑا کرنے والا تھا اور یہ ایک ابراہیم علیہ السلام کی تعریف ہے جو بظاہر برائی ہے مگر اللہ بڑے محبت کے انداز میں بیان کر رہا ہے کہ یہ تو ہم سے بھی جھگڑا کرتا ہے مگر ہماری مخلوق پر رحم کرتے ہوئے۔ وہاں ابراہیم نے جھگڑا چھوڑ دیا اے خدا اگر ان میں دس بھی ایسے نہیں ہیں تو پھر میں کچھ مطالبہ نہیں کرتا۔ تو تم تو ہزاروں لاکھوں ہو کروڑ بیان کئے جاتے ہو کروڑ سے بھی اوپر کی باتیں کر رہے ہو۔

میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں اگر تم اپنے اندر وہ نقوش پیدا کرلو جو نقوش مہر محمدی کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے۔ ہو نہیں سکتا کہ دنیا ہلاک ہو جب تک آپ اس دنیا میں موجود ہیں۔ پس امریکہ کے متعلق مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہاں پانچ ہزار بھی ایسے ہو جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضرت اقدس محمد رسول اللہ کے نقوش اپنے اندر اپنانے والے ہوں تو لازماً امریکہ کو بچایا جائے گا لیکن اگر گہرائی میں اتر کے دیکھیں تو پانچ ہزار بھی ایسے نہیں بنتے۔ ہمیں بنانے کی ضرورت ہے، محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے حوالے سے سب دنیا کو بھی تبلیغ کے نئے دور میں داخل ہوتے وقت ان تقاضوں کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

ایک اعلان کرنا ہے ہمارے ایک داعی الی اللہ جو علاقے کے سابق امیر وہاڑی تھے عتیق احمد صاحب ان کو کل شہید کر دیا گیا، ۱۹ر تاریخ کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے وہ اپنی زمینوں کی طرف جا رہے تھے کہ جیسا کہ وہاں رواج ہے آج کل مولویوں کے پاس موٹر سائیکل بھی ہیں اور ساتھ ان کے کلاشنکوف بردار بھی پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ملک کا قانون یہ ہے کہ ایک موٹر سائیکل پر دو سفر نہیں کر سکتے مگر مجرموں کو تو پولیس بھی نہیں دھتکار سکتی تو وہ ایک موٹر سائیکل سوار آیا پیچھے سے آکے آگے بڑھا اور فائر کر کے پہلے ڈرائیور کو اور پھر باجوہ صاحب کو موقع پر شہید کر دیا۔ لیکن باجوہ صاحب بڑے دلیر تبلیغ کرنے والے تھے۔ بہت بہادر داعی الی اللہ تھے اتنے کہ میں نے ان کو کچھ عرصہ پہلے خط لکھا باجوہ صاحب آپ کی نیکی، آپ کی بہادری اچھی ہے مگر ہمیں ضرورت ہے کہ آپ کے جیسے زیادہ دیر زندہ رہیں اس لئے آپ کو اپنی زندگی کی پرواہ نہیں، آپ کو شہادت کا شوق ہے تو ہو گا مجھے ضرورت ہے کہ آپ لوگ کچھ اور اب زندہ رہیں تاکہ دنیا میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوں۔ مگر وہ بڑے مضبوط کردار کے ان معنوں میں تھے کہ جو دل میں آئی وہ کر کے رہنا ہے، ایک مخلص احمدی اوپر سے باجوہ۔ پس انہوں نے میری بات مانی نہیں اور جو اس قسم کی احتیاطیں میں نے کہی تھیں وہ انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ مگر یہ وہ شہادت ہے جس کے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم غمگین بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں۔ اس راہ میں یہ قربانیاں تو دینی ہی دینی ہیں۔ لاکھوں پاکستان میں جو آئے دن بدیوں کی موت مرتے پھرتے ہیں کچھ احمدی اس راہ میں جو دعوت الی اللہ کی راہ ہے شہید ہو جائیں تو غم تو ہو گا مگر اس کے ساتھ ہی ہم جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی آنحضرت ﷺ کے غلاموں نے شہادتوں کی قربانیاں پیش کی تھیں۔ پس یہ قربانیاں ہمیں پیش کرنی ہوں گی مگر حکمت کے تقاضے ضرور پیش نظر رکھیں۔ لازماً حکمت کے ساتھ آگے بڑھنے کے نتیجے میں اگر آپ کو نقصان پہنچایا جاتا ہے تو ہم خوشی سے اس نقصان کو قبول کریں گے، ہرگز نہیں ڈریں گے مگر اگر غلطی سے حکمت کے تقاضے نہ پورے کئے جائیں تو یہ بہادری تو ہو گی اپنی جگہ مگر دوسروں کے لئے زیادہ تکلیف کا موجب بنتی ہے۔ پس میں پاکستان کے تمام داعیان الی اللہ سے کہتا ہوں کہ ان شہادتوں کی وجہ سے ایک ذرہ بھی قدم پیچھے نہیں ہٹانا بلکہ اور زیادہ آگے بڑھانا ہے مگر جہاں تک احتیاط کے اور حفاظت کے تقاضے ہیں وہ ضرور پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آج انشاء اللہ نماز جمعہ اور عصر کے بعد عتیق احمد صاحب باجوہ مرحوم سابق امیر جماعت وہاڑی کی نماز جنازہ غائب ہو گی۔

اس کے ساتھ ایک اور بھی اطلاع آئی تھی ربوہ سے رشید زیروی صاحب۔ یہ ہمارے واقف زندگی تھے اور سلسلے کی بڑی محبت کے ساتھ، خلوص کے ساتھ خدمت کرتے رہے ان کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے جس کی وجہ سے جانبر نہیں ہو سکے تو دیکھیں دونوں خدمت کرنے والے ہیں مگر کہاں دل کا حملہ ہونے سے مرنے والا، کہاں خدا کی راہ میں شہادت کا رتبہ پانے والا، بہت فرق ہے مراتب میں۔ مگر ایک پہلو تو بہرحال ان کا

SATELLITE WAREHOUSE
MTV Muslim TV AHMADIYYA
CNN
Watch Huzur everyday on Intelsat
We deal with systems available for all satellites in the world
Receivers, Decoders, Dishes, Smart Cards,
Installations and Much, Much More

Mail Order and International Export Service Available
We accept credit cards
Call for competitive prices
Contact us for details at:
SKY

Signal Master Satellite Limited
Unit 1A- Bridge Road, Camberley
Surrey GU 15 2QR ENGLAND
Tel: (01276) 20916 Fax: (01276) 678740
ZEE TV

طاعون سے حفاظت کا حیرت انگیز نشان

(مقبول رحمت اللہ خان۔ دہلی)

یہ تحریر صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک زندہ نشان طاعون کے مرض سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہے۔ اس کی ایک سچی حقیقت بیان کرتی ہوں۔

سب سے پہلے میں اپنے خاندانی حالات سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔ میرے دادا جن کا نام صالح محمد تھا، مچھلی بندر (جو کہ حیدر آباد سے منسلک تھا، اب آندھرا پردیش میں واقع ہے) کے رہنے والے تھے۔ میرے والد صاحب مرحوم کا نام محمد عبدالحی تھا، اور مچھلی بندری کہلاتے تھے۔ Presidency College مدراس سے آپ ڈگری حاصل کرنے کے بعد حیدر آباد میں پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ میں ملازم ہو گئے اور سپرنٹنڈنٹ انجینئر کی حیثیت سے مامور ہوئے۔ میرے ماموں غیر احمدی تھے۔ دفتر میں والد صاحب کے حسن اخلاق، نرمی، دین داری سے متاثر تھے۔ میری والدہ صاحبہ کے ماں باپ فوت ہو چکے تھے۔ وہ ایک مشہور مولوی صاحب سید بادشاہ حسینی صاحب کے مریدوں میں شامل تھیں کیونکہ چاروں بھائیوں اور بھابیوں کے اثر میں وہ بھی مرعوب تھیں۔ چاروں ماموں والد صاحب کے اخلاق سے متاثر ہو کر ایک احمدی جس کو سب قادیانی کہتے تھے شادی کرنے پر راضی ہو گئے اور ساتھ میں والد صاحب پر زور دیا اور متنبہ کیا کہ ہماری بہن کے ساتھ مذہب کے بارے میں کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ والد صاحب نے وعدہ کیا کہ کبھی بھی میں انہیں دین کے بارے میں مجبور نہیں کروں گا البتہ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کروں گا کہ اے خدا سب سے پہلے مجھے جو دولت عطا کرنی ہے وہ میری بیوی کو دین کی دولت دے اور تو بڑی طاقت والا ہے۔ جب تو کہتا ہے ہو جا تب ہر چیز ہو جاتی ہے۔ جبر کبھی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے مدد فرمائے گا۔ میرے ماموں صاحبان نے جواب دیا کہ وہ تو حضرت بادشاہ حسینی صاحب کی سچی مرید ہیں۔ جو کہ سب سے بڑے عالم اور جید ہیں۔ اور ان کا دل کبھی نہیں پھرے گا۔ وہ تو اہل سنت ہی رہیں گی انشاء اللہ۔ میرے والد صاحب مرحوم نے صرف ایک جملہ اس کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ کب کسی کا دل پھرا دے گا وہی جانتا ہے۔ دین کی دولت ضرور ملے گی انشاء اللہ۔

میری والدہ صاحبہ مرحومہ نے احمدیت قبول کرنے کی ساری داستان ہم سب کو سنائی تھی۔ فرماتی تھیں کہ شادی کے بعد جب بھی فاتحہ خوانی، قل، شب برات، محرم وغیرہ تقریبات کے دن آتے۔ والد صاحب مرحوم سے عرض کرتی تھیں کہ فلاں حلوہ، فلاں شربت، غوث اعظم کا جھنڈا، یا ان کے نام کی فاتحہ کے لئے وضو کر کے فاتحہ پڑھتیں۔ چونکہ والد صاحب نے میری والدہ کے لئے احمدی بنانے کی خاطر دعا کو ذریعہ بنایا تھا اس لئے وہ کہا کرتے تھے کہ جو کچھ آپ نے پکایا ہے وہ باورچی خانوں کے دیگچوں میں رہنے دیں۔ میں نماز کے دوران فاتحہ پڑھ لوں گا۔ آپ مصر ہوتیں کہ یہ طریقہ فاتحہ کا غلط ہے۔ سب آپ نے انہیں بتایا کہ عدالت کے جج کے سامنے ہم اپنے بیان جو تکلیف پہنچی ہے بیان نہ کریں تو پھر جج کس طرح ہمارے حق میں فیصلہ کرے گا۔ یہ تو دنیا کے معمولی انسان کی بات ہے کہ جو عارضی کرسی پر بیٹھا ہے۔ وہ خدا جس نے کائنات بنائی ہے اس کے دربار میں حاضری کا مطلب عبادت ہے۔ ہاتھ رکعت کے لئے اٹھنے کے بعد جب ہاتھ باندھ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری شروع ہو جاتی ہے۔ تب ہی پہلے سورہ فاتحہ سے ہم دعا کرتے ہیں۔ نماز ایک دعا ہے۔ نماز ختم ہونے کے بعد کھانے پر دعا کرنا، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات ہے، شرک ہو جاتا ہے۔ کہا اس پر غور کریں۔ نماز کا سلام پھیرنے تک ہم اس کی عدالت میں حاضر رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ میری والدہ مرحومہ بہت ذہین عورت تھیں۔ والدین کے نہ ہونے کی وجہ سے مدرسوں کی تعلیم نہیں حاصل کی۔ گھر پر استانی دسویں تک کتابیں پڑھایا کرتی تھیں، معلومات کے لئے۔ بس یہی تعلیم تھی۔ والدہ صاحبہ نے اس نکتہ پر بہت باریکی سے غور کر کے سب سے پہلے یہ ساری بدعات اور بد رسومات چھوڑ دیں جو کہ ہر ہفتہ ایک دن فاتحہ خوانی کرواتی تھیں۔ پہلے زمانہ میں لوگ قرآن کریم ناظرہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ ترجمہ کی طرف دھیان نہ ہوتا تھا۔ والد صاحب نے سمجھایا کہ قرآن مجید جب تک باترجمہ نہ پڑھیں اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تعلیم القرآن جاننا ضروری ہے۔ عربی میں صرف پڑھنے سے مطلب حل نہ ہوگا۔ چنانچہ والدہ صاحبہ نے ترجمہ شروع کیا۔ جب مطالعہ کا شوق بڑھنے لگا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، سیرت حضرت مسیح موعود، حقیقۃ الوحی، کشتی نوح، پیش گوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام، نماز مترجم پڑھنے لگیں۔ پھر سوال کیا کرتی تھیں کہ نماز میں تو کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ ہمارے مرشد فرماتے تھے۔ پیش گوئیوں کے بارہ میں ہر وقت والد صاحب مرحوم سے سوال کیا کرتی تھیں کہ چاند اور سورج کو ایک ماہ میں گرہن نہیں لگ سکتا۔ پھر کہنے لگیں کہ ہمارے مرشد حضرت جو ہر جمعرات کے روز وعظ کرتے ہیں بیان کرتے تھے کہ جب امام مہدی آخرالزماں تشریف لائیں گے تو انہیں کوئی پہچان ے گا۔ پھر بے اختیار روتے تھے۔ اے اللہ تو ہم کو پہچاننے والوں میں کھڑا کر دے۔ یہ بات جب میرے والد صاحب نے کہا تو وہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے کہ اے خدا تو میری مدد فرما رہا ہے۔ میری بیوی کا دل اس دین کی طرف جو کہ سچا ہے پھیر دے۔ جب وہ میرے ماموں کے گھر جاتی تھیں، دین کی باتیں کرتیں اور بے جا رسوم اور بدعات، قبر پرستی کی مخالفت کرتیں۔ ایک دن میری والدہ مرحومہ نے خواب دیکھا کہ چاند کو گرہن لگا ہے۔ خواب میں ہی اپنے مولوی بادشاہ حسینی صاحب سے کہتی ہیں کہ حضرت قبلہ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ سورج کو گرہن کے بعد پھر آج چاند گرہن بھی اسی مہینے میں لگا ہے اور رمضان کا مہینہ ہے۔ وہ خواب میں ہی روتے روتے کہتے ہیں کہ کوئی آسمانی اطلاع ہوگی۔ اتنی دیر میں میری والدہ صاحبہ کی آنکھ کھل گئی۔ نماز فجر سے پہلے خواب سنایا۔ والد صاحب مرحوم نے اسی وقت پیشگوئیوں اور نشانات کی کتابوں سے صفحات نکال کر دئے کہ آج ان کا مطالعہ کریں اور پھر خواب کی تعبیر خود دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ شام میں جب میرے والد صاحب دفتر سے تشریف لائے کہنے لگیں کہ جلد سے جلد بیعت فارم لے آؤ۔ خدانخواستہ میں مر جاؤں تو منکرین میں نہ ہوں۔ کہنے لگیں ابھی میرے کوئی بچے نہیں ہیں۔ موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ شادی کے ایک سال کے اندر ۱۹۳۵ء میں بیعت کر لی اور پھر تبلیغ کے کاموں میں جت گئیں۔ جہاں کہیں موقعہ ملتا ریل، گھر، محفل ہر جگہ کچھ نہ کچھ سلسلہ شروع کر دیتیں۔

جب میری والدہ نے کشتی نوح کا مطالعہ کر لیا تو اس کے بعد تبلیغ کا ذوق بڑھ گیا۔ ہم بچپن سے دیکھتے تھے کہ جہاں کہیں بھی کوئی موقعہ نکل آتا تو فوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بارہ میں نشانات و پیشگوئیوں کے ذریعہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے ثبوت پیش کرتیں۔ انہیں دنوں والد صاحب مرحوم کا تبادلہ کرناٹک کے ایک ضلع میں ہو گیا وہاں کرایہ کے مکان میں رہنے لگے جو کہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ والوں نے دے رکھا تھا۔ میرا قرآن کریم کا سبق باقی تھا، آمین نہیں ہوئی تھی، پابندی سے پڑھنے میں رکاوٹ آ رہی تھی۔ والدہ صاحبہ کی مصروفیت بڑھ گئی تھی۔ دوسری بہنوں سیں نہیں پڑھتی تھی۔ نفسیاتی خواہش تھی کہ مولوی صاحب سے اتنا سبق لے لوں کہ ایک سپارہ اور پڑھا دیں، ضد طبیعت میں تھی۔ اتفاق سے پڑوس میں ایک حافظ صاحب نابینا ان کی والدہ اور بیوی رہتی تھیں۔ ان کی اولاد نہیں تھی۔ وہ کسی درگاہ کے مدرسہ میں عربی کے استاد بھی تھے، دوپہر میں پڑھانے پر تیار ہو گئے۔ والدہ صاحبہ آہستہ آہستہ ان کی والدہ اور بیوی کو تبلیغ کرنے لگیں۔ وہ دیکھتی تھیں کہ یہ محلہ کی مسجد میں اذان کے ساتھ نماز کے لئے نہیں جاتے، گھر پر ہی مرد پڑھتے ہیں۔ حیدر آباد میں والد صاحب کے ساتھ جو لوگ ہوتے تھے وہ سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم، نیر صاحب مرحوم، سید بشارت احمد صاحب مرحوم، میر مومن حسین صاحب مرحوم۔ والد صاحب کا تبادلہ ۱۹۴۶ء میں ضلع گلبرگہ کرناٹک میں ہو گیا تھا۔ اس وقت میں چار سال کی تھی۔ جمعہ کی نماز ہمارے گھر میں ہوا کرتی تھی۔ نماز عیدین کے لئے کبھی سید بشارت احمد صاحب مرحوم، عرفانی صاحب یا ذوقی صاحب تشریف لایا کرتے۔ وہ بھی ہمارے صحن میں ادا کی جاتی تھی۔ پڑوسی حافظ صاحب کی والدہ اور بیوی کو پتہ چل گیا کہ پڑوس میں قادیانی آ گئے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے اپنی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔ ہمارے گھر الفضل اخبار آیا کرتا تھا۔ وہ مطالعہ کے لئے دیا کرتی تھیں۔ مباحثہ کے دوران وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی اور آپ کے دعویٰ کو جھوٹا قرار دینے لگے اور نعوذ باللہ من ذالک غلط غلط باتیں آپ کی وفات کے بارہ میں سنانے لگے۔ ساری باتیں میری والدہ مرحومہ تفصیل سے ہمیں بتایا کرتی تھیں تاکہ ہمیں بھی تبلیغ کا طریقہ آ جائے اور ان کی بری باتوں کو سن کر ہم غصہ میں کچھ کہہ نہ ڈالیں۔ صبر کرنے کی تلقین کرتی تھیں، ان کے حق میں دعا کرنے کے لئے کہتی تھیں۔ آخر سن سن کر حافظ صاحب نے اپنے والدہ اور بیوی کو ڈانٹا کہ تم کیوں برا بھلا کہتی ہو اپنا کام کرو ایک کان سے سننا اور دوسرے سے نکال دینا۔ اگر کوئی مجھے ایمان لانے اور انہیں (مسیح موعود) ماننے کے لئے کہے تو میرے دونوں بازو کاٹ دینے پر بھی میں نہیں مانوں گا، تم کیوں الجھ رہی ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حافظ صاحب کی ماں جس کو ہم پیار سے نانی اماں کہا کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں غلط الفاظ استعمال کرتی تھی تاکہ ہم والدہ صاحبہ سے کہیں اور ان کو تکلیف پہنچائیں۔

اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ ۴۷-۱۹۴۶ء میں وہاں طاعون پھیل گیا۔ سارے محلوں سے لوگ کیمپ میں جا رہے تھے۔ طاعون کے ٹیکہ کا بیان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا سب سے بڑا اور واضح نشان تھا اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ خبر دی تھی انہیں سنایا گیا تھا۔ بڑی بی نے مذاق بنا لیا تھا اور ہتک آمیز الفاظ والدہ صاحبہ سے کہنے لگیں۔ میں بہت چھوٹی تھی لیکن میں اس وقت رو پڑی تھی۔ مجھے یاد ہے میں نے والدہ صاحبہ جو کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھیں اپنے سر سے انہیں پیچھے دھکیلتے ہوئے دالان تک لے آئی کہ آپ نہ بولیں۔ میں صرف قرآن مجید ہی پڑھ کر آ جایا کروں گی۔

وہ لوگ جولاہے تھے۔ گھر کے ایک کمرے میں ساڑھیاں بنی جاتی تھیں۔ اکثر میں اس کمرے میں کسی کو نہ دیکھ کر تانی ہوئی ساڑھی کے گڈھے میں پیر سے رسی کھینچ کر پھرکی سے دھاگہ ایک طرف سے دوسری طرف ڈالا کرتی تھی۔ جس سے جلد بازی میں دھاگہ ٹوٹ جایا کرتا تھا اور پھر ڈانٹ پڑتی تھی۔ اس سے بچنے کے لئے نانی اماں اس کمرے کا دروازہ بند رکھا کرتی تھیں۔ اللہ کی کرنی ایسے ہوئی کہ اسی کمرے میں جہاں جولاہے کا کام ساڑھی بنانے کا کام ہوتا تھا اسی کے گڈھے میں ایک چوہا گرا ہوا تھا۔ نہ جانے رات سے مرا ہوا تھا۔ صبح سویرے انہوں نے کمرے کے گڑھے میں مٹی کا تیل آس پاس چھڑک دیا تھا۔ اور دروازہ اس نیت سے کھلا رکھا کہ میں جو پانچ سال کے قریب عمر تھی اندر داخل ہو جاؤں اور اس چوہے کے جراثیم فوری مجھ پر اثر کرے اور ایک دن پہلے والدہ صاحبہ کے سنائے ہوئے چیلنج کو زک پہنچے اور نشان صداقت مسیح کو رسوا کیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ نیت خراب تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کھول کر فرما دیا تھا کہ سچے ایماندار جن کے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے وہ ضرور محفوظ رہیں گے۔ چار دیواری ایمان داروں کے لئے مخصوص فرما دی تھی اور یہی فرق منکرین اور ایمان داروں میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ وضاحت یہ تھی کہ ریاکاری سے یعنی ظاہر اور باطن میں فرق کر کے ایمان لانے والے بھی نہیں بچائے جائیں گے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ، کس طرح اللہ تعالیٰ نے پکے یقین کے ساتھ آپ کی صداقت کا ترازو بنا دیا۔ جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

جیسے ہی دوسرے دن صبح (دشمن تاک میں بیٹھا تھا۔ دونوں گھروں کے درمیان میں دروازہ ہوا کرتا تھا۔ سیدھے ہاتھ پر جولاہے کا کمرہ تھا، بائیں ہاتھ پر باورچی خانہ) قرآن مجید لے کر ان کے گھر میں داخل ہوئی۔ دروازہ کھلا دیکھا، سیدھے بھاگ کر حافظ صاحب کے کمرے میں گئی۔ وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ قرآن مجید طاق میں رکھ کر واپس باہر آئی اور سیدھے جولاہے والے کمرے میں چلی گئی۔ اور سیٹ پر بیٹھ گئی۔ مٹی کے تیل کی بو آ رہی تھی لیکن مجھے شوق پھرکی چلانے اور دھاگہ دوسری طرف پار کرنے کا تھا۔ پیر سے گڈھے میں رسی کھینچ رہی تھی کہ اچانک میرے پاؤں کے نیچے نرم نرم محسوس ہوئے۔ میں اپنا پیر اس پر گھمانے لگی۔ جب جھک کر دیکھا تو ایک بہت موٹا اور بڑا چوہا مرا پڑا تھا۔

میں اس بات سے ڈر رہی تھی کہ نانی اماں آ کر مجھے ڈانٹے گی کہ دھاگے توڑ دئے۔ پاس ہی ایک لمبی چھڑی پڑی تھی اس چھڑی پر میں اس چوہے کو چھڑی کے سہارے اٹھا کر کمرے سے باہر نکلی۔ نانی اماں اپنے باورچی خانہ کی جالیوں سے دیکھ رہی تھی فوراً وہاں سے چلانے لگی کہ چوہا پھینک دو، چوہا پھینک دو۔ اور وہیں رک جاؤ، آگے نہ بڑھنا۔ میں نے کہا

مجلس سوال و جواب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۶ ردسمبر ۱۹۹۶ء کو اردو بولنے والے احباب سے 'ملاقات' کے دوران بعض سوالوں کے جواب دئے۔ سوال و جواب کی اس مجلس کی روداد افادہ احباب کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(مرتبہ: یوسف سلیم ملک۔ ربوہ)

تیسری قسط

میلاد منانا ایک بدعت ہے

میلاد منانے کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا یہ جو میلاد وغیرہ کے قصے ہیں یہ رسول کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ اس کے متعلق کسی نے کبھی نہیں سنا کہ آپ کا میلاد ہوا یا رسول اللہ ﷺ نے اپنا برتھ ڈے منایا ہو۔ یا آپ کی ازواج مطہرات نے آپ کے وصال کے بعد یا خلفاء میں سے کسی نے آپ کا میلاد کرایا ہو۔ حضور نے سوال کرنے والے سے دریافت فرمایا "کیا آپ نے کبھی سنا ہے؟" جواب نفی میں سن کر حضور نے فرمایا بس اتنی سی بات کافی ہے کہ تم جن کی میلاد مناتے ہو انہوں نے تو جھوٹی آنکھ سے بھی کبھی یہ نہیں دیکھا۔ جھوٹی آنکھ تو ہوتی ہی نہیں مگر ایک بے تعلق چیز سمجھ کر کبھی کوئی اہمیت نہیں دی۔ یہ مسئلہ ہی نہیں اٹھایا کہ کسی کی ولادت کا دن کوئی اہمیت رکھتا ہے۔

جو لوگ میلاد مناتے ہیں ان کو بتانا چاہئے کہ تم لوگ بعد میں آ کے غیر قوموں کی رسمیں اپنا کر خواہ مخواہ میلاد منانے لگے ہو۔ تم ان بزرگوں کے یوم ولادت مناتے ہو جن کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرنے والوں نے وہ دن نہیں منایا۔ پھر تو ان پر حرف آئے گا کیونکہ صحابہ کرام نے نہیں منایا، ان کی اولاد نے نہیں منایا۔ رسول اللہ کی اپنی نسل میں سے کسی نے میلاد نہیں منایا، تم زیادہ عاشق پیدا ہو گئے ہو کہ تم نے میلاد منانا شروع کر دیا۔ پس ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہئے کہ یہ بالکل لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ اس سے پرانے بزرگوں پر حرف آتا ہے کہ انہوں نے تو ایسا نہیں کیا اور اب تم زیادہ محبت کرنے والے عشاق پیدا ہو گئے ہو۔ پس میلاد منانا ایک بدعت ہے جو ناجائز ہے۔

لیکن چونکہ میلاد منانے کا رواج چلا ہوا ہے اس لئے میلاد والے دن احمدیت نے یہ کیا کہ ان لوگوں کو سمجھانے کی خاطر سیرت کے جلسے شروع کر دیئے تاکہ کچھ نہ کچھ شغل رہے اور لوگ یہ نہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ من ذالك ہمیں رسول اللہ ﷺ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ہم سیرت کے جلسوں میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی سیرت میں یہ چیز نہیں تھی جو تم کر رہے ہو۔

خدا تعالیٰ کے کلام کی خوبی اور حسن

قرآن کریم کی آیت "و لقد زیّنّا السّمآء الدّنیا بمصابیح و جعلنٰها رجوماً للشیٰطین" میں شیطانوں پر پتھراؤ سے کیا مراد ہے؟

حضور انور نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی آیت بیک وقت دو معانی رکھتی ہیں۔ ایک وہ جو انسان آسمان میں نظارے دیکھتا ہے اور ان کی ایک قسم کی سائنٹیفک تشریح ہے دوسرے وہ کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے نیا آسمان بنایا جاتا ہے۔ نیا آسمان اور نئی زمین بنانے کا محاورہ ہے۔ اس وقت ان آسمانوں پر جو شیاطین حملے کرتے ہیں ان کے پیچھے اللہ کے بندے جو اس کام پر مقرر ہیں وہ ان کو سزائیں دینے میں لگ جاتے ہیں اور ان کا پیچھا کرتے ہیں اور ان کو چھوڑتے نہیں جب تک ان کو جھوٹا اور غلط ثابت نہ کر دیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی کئی ایسے صحابہ تھے جن کو اس بات کا خاص ملکہ تھا وہ مخالف معترضین کے پیچھے لگ جاتے تھے۔ ان کا کھوج لگاتے تھے، ان کا غلط ہونا ثابت کرتے تھے۔ چنانچہ ان صحابہ کا شغل ہی یہ تھا کہ آسمان کے سزا دینے والے ستاروں کی طرح وہ ایسے شیاطین پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ کئی دفعہ ایسی بات ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولویوں کے متعلق کوئی سخت لفظ استعمال کیا۔ انہوں نے بہت برا منایا اور بہت بکواس کی تو بعض صحابہ نے ان مولویوں کے آگے پیچھے تفتیش کر کے ان کے ثبوت شائع کئے۔ یہ لوگ جو ان باتوں پر سب سے زیادہ بھڑکے ہیں ان پر یہ باتیں بعینہ صادق آگئی ہیں۔ باقیوں میں سے جو خاموش ہیں ان کا حال اللہ جانتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کے متعلق زبان استعمال فرمائی ہی نہیں بلکہ ان کے جو چوٹی کے سربراہ ہیں اور مخالفت میں اور اپنے عناد میں سب سے آگے بڑھ گئے ہیں ان کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کا اپنا یہ حال ہے (اسی قسم کے الفاظ ہیں)۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ نے ان کو ننگا کیا۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو روحانی دنیا میں مصابیح بن جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جب خالدؓ بن ولید مسلمان ہوئے تو آپؐ نے ان کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی بڑے زبردست صحابہ تھے جن سے کافروں کے پتے پانی ہوتے تھے۔ حضرت حمزہؓ دھوکے میں مارے گئے ورنہ بہت زبردست جرار تھے۔ جب حضرت عمر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے ہیں، وہ گھر سے چلے تھے آپ کو قتل کرنے کے لئے مگر رستے میں آپؓ کا دل خود گھائل ہو گیا۔ جب انہوں نے آواز دی ہے تو چونکہ صحابہ ان کے جبر اور جبروت سے کچھ خوفزدہ تھے۔ حضرت حمزہؓ ایمان لے آئے تھے انہوں نے کہا آنے دو اس کو۔ تو اس میں کچھ شبہ نہیں کہ حضرت حمزہؓ کے مقابل پر حضرت عمر کی پہلوانی اور لڑائی کی طاقت کچھ بھی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ایسے پہلوان عطا فرمائے جنہوں نے دشمن کا پیچھا کیا، ان کو پکڑا، ان کو مرعوب کیا، ان کو مغلوب کیا اور بعد میں ایرانی سلطنت کے جو بڑے بڑے سورما تھے وہ بھی آنحضرت ﷺ کے ان غلاموں کے ہاتھوں شکست کھا گئے۔ پس علم کی دنیا میں رسول اللہ ﷺ کے دین اسلام کا آسمان ایسا روشن ہوا ہے کہ ساری دنیا میں انہوں نے علم کے زور سے پھر غلبہ کیا ہے غیر ادیان کے نظریات کے اوپر اور ان کے جھوٹے تصورات کو باطل کیا اور آج تک مغربی دنیا ان علماء کے سامنے سر جھکاتی ہے۔

پس یہ مراد ہے کہ آسمان ستاروں سے سج جاتا ہے۔ جیسا نبی آتا ہے تو پھر اس کے ماننے والے شیاطین کو اجازت نہیں دیتے کہ دین پر کھل کر حملے کریں۔ وہ ایسے شیاطین کا پیچھا کرتے ہیں۔ ہمارے افتخار صاحب کے سسر حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کی بھی یہی کیفیت تھی وہ ساری عمر جہاد پر لگے رہے ہیں اور ان کے قلم سے لوگوں کی جان نکلتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کو بھی خالد کا خطاب دیا اور فرمایا ~~مجھے اس دور کا یہ بھی خالد ملا ہے۔ بس~~ یہ ہیں اس آیت کے روحانی مضامین۔ اور جسمانی لحاظ سے مراد یہ ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی شیطان یعنی باہر سے آنے والا ٹکڑا بدنیتی سے داخل ہوتا ہے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ لگ جاتا ہے۔ وہ شعلہ کیا ہے؟ دراصل وہ خود جل رہا ہوتا ہے تو اس کے پیچھے چھپا ہوا ٹکڑا جو پیچھے رہ جاتا ہے وہ شعلہ دکھائی دیتا ہے۔ دیکھنے والی آنکھ کو لگتا ہے کہ وہ شعلہ اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ سماء الدنیا کی حفاظت کا نظام خدا نے ایسا بنایا ہے کہ جو بھی شیطان آئے گا وہ جل جائے گا۔ اگر وہ نہ جل جائے تو دنیا تباہ و برباد ہو جائے۔ پس بیک وقت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ کیسی خوبی اور کیسا حسن ہے کہ جو مضامین بظاہر بالکل مختلف دکھائی دیتے ہیں ان کو جوڑ دیتا ہے اور دونوں جگہ بہت لطیف معانی پیدا کر دیتا ہے۔

لفظِ "مولوی" سے اظہار ناپسندیدگی

ملفوظات جلد اول صفحہ ۸ پر درج ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "میں ہرگز اپنے آپ کو مولوی نہیں کہتا اور نہ میں راضی ہوں کہ مجھے کوئی مولوی کہے بلکہ مجھے اس لفظ سے ایسا رنج ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے گالی دی ہو"۔ سوال یہ ہے کہ ہماری جماعت میں بہت سارے مولوی کہلاتے ہیں۔

اس پر حضور انور نے فرمایا۔ نہیں، نہیں! اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں مولوی جس کردار کے ساتھ ظاہر ہوا تھا اس تناظر میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولوی کے لفظ کو اپنے اوپر استعمال کرتے ہوئے تکلیف پہنچتی تھی۔ ایک تو یہ کہ آپ مولوی تھے ہی نہیں۔ کہاں آپ نے مولویت پڑھی ہوئی تھی۔ نہ مزاج کے لحاظ سے اور نہ علمی لحاظ سے آپ مولوی تھے لیکن چونکہ مولویوں سے ٹکر لی تھی اور مولویوں کو للکارا تھا اس لئے وہ ایک مخالف لفظ لگتا تھا مگر اپنے تعلق میں۔ لفظ مولوی کو ہرگز بحیثیت لفظ مولوی کے آپ نے رد نہیں فرمایا۔ ورنہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو مولوی صاحب کہتے تھے اور بہت سے آپ کے صحابہ مولوی کہلاتے تھے۔ اس پر نہ کبھی انہوں نے برا منایا نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برا منایا کیونکہ وہ تھے مولوی! حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ کے متعلق کبھی حضرت سرور شاہؓ نہیں سنیں گے۔ اسی طرح حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ تھے۔

پس لفظ مولوی کا بحیثیت ایک Category کے انکار نہیں فرمایا بلکہ اپنے تجربے سے جن مولویوں سے ٹکر لی تھی ان کے ہوتے ہوئے اپنے اوپر لفظ مولوی کا استعمال ناپسند فرمایا۔ ~~اس میں ایک اور بھی حکمت تھی کہ آپ کا مقام اور~~ مرتبہ انسانی القابات سے بہت بلند تھا اور آپ کو مولوی لکھنا آپ کے مرتبہ کی کسر شان تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپ کو امام مہدی اور مسیح موعود کا لقب عطا فرمایا۔ بعض لوگ آپ کو مولوی لکھ دیتے تھے، آپ کو یہ پسند نہیں آتا تھا کہ کوئی آپ کو اس لفظ سے یاد کرے۔

بچے کی پیدائش پر گھٹی دینے کی شرعی حیثیت

بچے کی پیدائش پر جو گھٹی دی جاتی ہے اس کی مذہبی حیثیت کیا ہے اور کتنی پرانی روایت ہے۔ حضور انور نے فرمایا اگر گھٹی دے دی جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر نہ بھی دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ تبرک ہے۔ نومولود کا گلا صاف کرنے کے لئے لوگ شہد دیتے ہیں اور شہد میں شفا بھی ہے۔ محبت اور دعا کے ساتھ اگر کسی کے مونہہ میں کوئی چیز ڈالی جائے تو اس میں نقصان کیا ہے؟ یہ بدرسم نہیں کہلاتی۔ یہ ایسی رسم ہے جس کی ہر طرز کی سند ثابت ہے مثلاً شہد ہے، اس کی سند قرآن سے ثابت ہے۔ بچے کے مونہہ میں پیار سے کوئی چیز ڈالنا اس میں کوئی گناہ نہیں اس کو غلط سنت نہیں کہہ سکتے اور پھر دعا کے ذریعے اگر مونہہ میں ڈالا جائے تو بچے کے لئے بھی ایک اچھی یادگار رہ جاتی ہے کہ مجھے فلاں نے گھٹی دی تھی میں اس کی کچھ قدر کروں۔۔ پس یہ بدرسوم میں شامل نہیں ہے بلکہ ان رسوم میں سے ہے جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "من سن فی الاسلام سنة حسنة" کہ جس نے اسلام میں سنت حسنہ جاری کی اس کا اسے ثواب ملے گا۔ اس لئے اس کو میں کسی طرح بھی بدرسم نہیں کہہ سکتا تاہم اس کے متعلق قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ طریق کب جاری ہوا۔ اسلامی تاریخ کے آغاز سے ہی یہ ثابت ہے یا نہیں جیسے شہد چٹانا بعید نہیں کہ ہوا ہو لیکن میرے علم میں نہیں۔

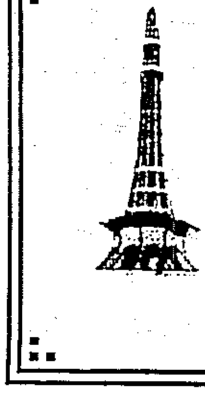

Earlsfield Properties

Landlords & Landladies

Guaranteed rent

Your properties are urgently required.

Tel : 0181-265-6000

fozman foods

A LEADING BUYING GROUP FOR GROCERS AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-478 6464
0181-553 3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

حضرت قاضی سید امیر حسین شاہ صاحبؓ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت قاضی سید امیر حسین شاہ صاحب آف بھیرہ کے آباء واجداد کو مغلیہ دورِ حکومت میں قاضی کا عہدہ حاصل رہا اسلئے یہ خاندان قاضی کے نام سے پکارا جانے لگا۔

حضرت قاضی صاحبؓ کی ولادت ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ آپؓ کے والد صاحب کو گھوڑوں کی خرید و فروخت کا شوق تھا۔ ابتداء میں آپؓ کو بھی یہی شوق رہا لیکن جوانی میں یکایک آپؓ کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوا اور توجہ تحصیل علم کی طرف مبذول ہوگئی۔ علم کے حصول کیلئے آپؓ نے کئی شہروں کا سفر اختیار کیا اور سہارنپور کے مدرسہ مظہر العلوم سے بھی تعلیم حاصل کی۔ علم حدیث سے آپؓ کو بہت محبت تھی۔ تحصیل علم کے بعد آپؓ نے اپنے لئے پیشہ تدریس پسند کیا اور مدرسۃ المسلمین امرتسر میں استاد رہے۔ حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کے نزدیک آپؓ نے ۱۸۹۳ء میں مباحثہ آتھم کے دوران امرتسر میں ہی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت جماعتی نظام قائم نہیں ہوا تھا چنانچہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے امرتسر کے احمدی دوستوں کو منظم کرکے ایک انجمن فرقانیہ قائم کی اور حضرت قاضی صاحبؓ اس انجمن کے صدر مقرر ہوئے۔

قبول احمدیت کی وجہ سے آپؓ کی شدید مخالفت ہوئی چنانچہ آپؓ ملازمت ترک کرکے قادیان آگئے اور نہایت قلیل گزارہ پر مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھانے لگے۔ جنوری ۱۹۰۶ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد پر مدرسہ تعلیم الاسلام میں ”شاخ دینیات“ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت قاضی صاحبؓ اس کے مدرس اول مقرر ہوئے۔ آپؓ کی سیرت وسوانح کے بارہ مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب کا ایک مضمون ماہنامہ "انصاراللہ" مئی ۹۷ء میں شاملِ اشاعت ہے۔

حضرت قاضی صاحبؓ کو حضرت اقدسؑ کے ۳۱۳ اصحاب میں شمولیت کی سعادت حاصل ہے۔ حضورؑ نے ”آئینہ کمالات اسلام“ میں آپؓ کا نام چھٹے اور ”ضمیمہ انجام آتھم“ میں ۹۰ نمبر پر درج فرمایا ہے۔ اس عظیم سعادت کا اندازہ اس پیشگوئی سے لگایا جاسکتا ہے جو علی حمزہ بن علی ملک الطوسی نے اپنی کتاب ”جواہر الاسرار“ مطبوعہ ۸۴۰ء میں کی ہے کہ ”مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار 'اہل بدر' کے شمار سے برابر ہوگا یعنی ۳۱۳ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے“۔

حضرت قاضی صاحبؓ تحصیل علم کے بعد جب بھیرہ واپس تشریف لے گئے تو حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ بھی وہیں تھے۔ انہوں نے آپؓ میں رشد وسعادت کے آثار دیکھے تو اپنی بھانجی آپؓ کے نکاح میں دے دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے قادیان میں اپنی عدم موجودگی میں جن بزرگان کو درسِ قرآن دینے کا ارشاد فرمایا تھا ان میں پہلے نمبر پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ، ان کے بعد حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ اور پھر حضرت قاضی صاحبؓ تھے۔

مدرسہ احمدیہ کی ترقی وبہبود کے لئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے مشہور اسلامی درسگاہوں کے طریقہ تعلیم وانتظام کا معائنہ کرنے کے لئے ۱۹۱۲ء میں ۳ تا ۲۸ر اپریل تک ایک طویل سفر اختیار فرمایا۔ حضرت قاضی صاحبؓ بھی اس سفر میں حضورؓ کے ہمراہ تھے۔

اپریل ۱۹۱۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں تبلیغی کلاسوں کا اجراء فرمایا تو حضرت قاضی صاحبؓ کو بھی استاد مقرر فرمایا۔ آپؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا استاد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ حضورؓ کو بھی آپؓ سے بڑی محبت تھی۔ ایک بار جب حضورؓ شملہ سے واپس آئے تو ”الدار“ میں جانے سے پہلے حضرت قاضی صاحب کی عیادت کے لئے آپؓ کے گھر تشریف لے گئے اور آپؓ کی اٹھ کر بیٹھنے کی خواہش پر آپؓ کو خود سہارا دے کر بٹھایا۔ حضورؓ جب خلیفہ بنے تو حضرت قاضی صاحب پر بھی رؤیا کے ذریعہ حضورؓ کی خلافت کا انکشاف کیا گیا۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۱۸ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی شدید بیماری میں گیارہ افراد پر مشتمل 'انتخاب خلافت کمیٹی' بنائی جس میں آپؓ بھی شامل تھے۔ ۱۹۱۹ء میں نظارتوں کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے آپؓ کے سپرد قضاء کا شعبہ کیا۔ ۱۹۲۴ء میں حضورؓ دورہ یورپ کیلئے تشریف لے گئے تو حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو امیر اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو نائب امیر مقرر فرمانے کے علاوہ ایک چودہ رکنی مجلس شوریٰ بھی قائم فرمائی جس کے ایک رکن حضرت قاضی صاحبؓ تھے۔

حضرت قاضی صاحبؓ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے نمایاں مقام رکھتے تھے۔ صاحبِ کشف تھے۔ وقت کی پابندی، دیانتداری اور صاف گوئی آپؓ کا شیوہ تھا۔ طبیعت مجتہدانہ تھی۔ دراز قد، خوش اندام اور سرخ وسفید تھے۔ آپؓ کی گفتگو وضع دار اور بامحاورہ تھی۔ آپؓ نے کئی نکاح کئے اور آپؓ کے اکثر بچے نوعمری میں ہی فوت ہوگئے۔ ۲۴ر اگست ۱۹۳۰ء کو ایک لمبی بیماری کے بعد آپؓ کی وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین ہوئی۔

-......☆......☆......☆......-

حضرت مولوی محمد رحیم الدین صاحبؓ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی محمد رحیم الدین صاحب موضع حبیب والا ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب کا نام کریم الدین تھا۔ مڈل پاس کرکے محکمہ جنگلات میں ملازم ہوگئے اور چکروتہ ضلع ڈیرہ دون میں حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کے ذریعہ حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ صاحبِ رؤیا و کشوف تھے۔ آپؓ کا مختصر ذکرِ خیر روزنامہ "الفضل" ۱۲ر مئی میں مکرم اقبال نجم صاحب کے قلم سے شاملِ اشاعت ہے۔

-......☆......☆......☆......-

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں

مولوی صاحب نہیں ہیں۔ میں اپنا قرآن مجید لے کر واپس جاتی ہوں۔ کہنے لگیں خبردار ایک قدم آگے مت بڑھانا۔ اسی جگہ ٹھہر جاؤ میں قرآن کریم لاکر دیتی ہوں۔ خود گئیں اور دوسرے ہاتھ سے جزدان کے ذریعہ پکڑا دیا۔ مولوی صاحب کو بھی اسی مقصد کے لئے گھر سے بھگا دیا تھا۔ تاکہ میری والدہ صاحبہ کو ذلیل کرے کہ صداقت جھوٹی ہوگئی۔

میں اپنے گھر آکر سب کمروں میں پھر رہی تھی۔ بستر پر لیٹ گئی اور ناراض ہوکر والدہ صاحبہ سے کہنے لگی کہ آج مولوی صاحب نہیں تھے، سبق نہیں ملا۔ اور نانی اماں بہت خراب ہیں انہوں نے قرآن مجید کے کمرے میں بھی نہیں جانے دیا، اور باورچی خانہ میں بھی نہیں جانے دیا۔ پھر میں نے سیڑھیوں والے کمرہ کا واقعہ، سیڑھیاں بننے والے کمرے کی بات سناتے ہی میری والدہ صاحبہ سخت ناراض ہوئیں کہ وہاں کیوں گئی تھی اور پھر ہاتھ میں لکڑی سے چوہا اٹھا کر باہر لانے کی کیا ضرورت تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

کافی دیر تک سارے گھر میں گھومتی رہی۔ اب والدہ صاحبہ نے مجھے نیم کا پتہ دے کر نہلایا اور ساتھ ساتھ روتے روتے بے شمار دعائیں پڑھ رہی تھیں اور درمیان میں میری مداخلت پر مجھے مار بھی رہی تھیں۔ اس کے بعد مجھے اپنے ساتھ جائے نماز پر کھڑا کیا اور اپنی زبان میں اس مرض سے بچانے کے لئے دعا کرنے کا طریقہ بتایا۔ اور مجھے سکھایا کہ اے خدا وحی الٰہی کے نشان کا وعدہ سچا کر دے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو نے کیا ہے۔ آمین۔ یہ مجھے جیسے رٹا دیا تھا۔ اور روتی جاتی تھیں۔ دشمن کو ناکام کردے کہتی جاتی تھیں۔ نہ جانے کتنی دیر تک نماز میں محو رکھا۔ ان کی جائے نماز سجدے کی جگہ پر بھیگ گئی تھی۔ نماز کے بعد میں نے اپنی بڑی بہنوں کو بتایا کہ امی جان نے رو رو کر جانماز سجدے کی جگہ کو بھگو دیا ہے۔ بہنوں نے مجھے خوب ڈانٹا میری حرکت پر۔ جب والد صاحب کو پتہ چلا تو والد صاحب نے کہا کہ بلانے والا ہے سب سے پیارا، کیوں گھبراتے ہو۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا یہ نشان پورا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ میرے بچی کو بچالے گا اور ہمارے لئے زندہ نشان کی مثال ثابت کرے گا۔ ساری رات دونوں دعاؤں میں لگے رہے۔ صبح سویرے میونسپل کارپوریشن کی گاڑیوں کے ذریعہ اعلان ہوا کہ محلہ مخدوش ہوگیا ہے، فوری خالی کرکے کیمپ میں چلے جائیں۔ والد صاحب نے داروغہ صاحب کو مطلع کیا کہ روضہ کے چار کمرے ہمارے لئے بک کروادیں۔ چنانچہ دوسرے دن ہم وہاں منتقل ہوگئے۔ پندرہ دن کے لئے میری پڑھائی پر اثر پڑا تھا۔ پھر والدہ صاحبہ نے دو سیپارے باقی تھے وہ شروع کروادئے۔

اسی دن والد صاحب نے کہا کہ آج میں درگاہ کے مدرسے میں پتہ کرتا ہوں حافظ صاحب شاید وہیں ہونگے۔ ہمارے حجروں (کمروں) کا پتہ دونگا۔ وہ یہاں پڑھانے آجایا کریں گے۔ جب وہ مسجد سے باہر نکل رہے تھے والد صاحب نے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ ہم روضہ میں آگئے ہیں۔ درگاہ سے تو آپ یہاں تشریف لائیں اور مکان دیکھ لیں۔ گھر کے حالات دریافت کئے۔

مولوی صاحب نے کہا کہ جس دن ہم اس مکان سے درگاہ کے حجروں میں منتقل ہوئے ہیں اسی رات تین گھنٹے کے اندر ان کی والدہ جنہیں ہم نانی اماں کہتے تھے طاعون سے فوت ہوگئیں۔ اور صبح ہوتے ہوتے ان کی بیوی بھی وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی کی موت پر خوشیاں نہیں منائی جاتی ہیں۔ بلکہ عبرتناک واقعات پر اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے سچے وعدے جو نیک بندوں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مامورین کے ساتھ ہوتے ہیں اس شان کو سچا کرنے پر خوشی ہوتی ہے۔ واقعی زندہ خدا کے سچے وعدے ہوتے ہیں۔ حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ برا بھلا نہ کہو۔ دونوں بازو کٹنے پر بھی نہ مانوں گا۔ اس انکار کو ان کی دعا کے تحت پورا کر دکھایا۔ دونوں بازو تو ماں اور بیوی تھے۔ ان کی دعا کو بھی قبول فرمایا اور ہمارے پیارے آقا محمد ﷺ کے سچے عاشق رسول کے اس نشان کو سچا ثابت کر دکھایا۔

نہ جانے کتنے ایسے بے شمار نشان ہونگے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ احمدیت کے پودے کو درخت کی شکل دے کر دنیا کے کناروں تک پھلنے پھولنے کے لئے وسیع سے وسیع تر کررہا ہے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو تحدی سے فرما دیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس پیش گوئی کو ایسے طور پر ظاہر کر دے گا کہ ہر طالب حق کو کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ سمجھ جائے گا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے۔ لوگ جو مخلص ہونگے اس بیماری کی موت سے بچے رہیں گے۔

اس سچے نشان کا زندہ ثبوت خاکسارہ ہے۔ ۱۹۴۶ء کا یہ واقعہ جبکہ میں نے ایک رات پہلے مرے ہوئے چوہے کو اپنے پیر کے نیچے مسل کر لکڑی پر اٹھا کر کوٹھڑی بندے سے باہر لائی جوکہ دشمن کی سازش کے مطابق ایک معصوم بچی چار ساڑھے چار سال کی لمحوں میں چٹ پٹ ہوسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کی اس سکیم کو ناکام بنادیا، نہ صرف بیماری سے بچایا بلکہ اس پیارے خدا نے جس کے ہاتھ میں سب کی جان ہے لمبی زندگی عطا کی۔ میرے والدین کے اخلاص اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہمارے پیارے امام مہدی آخرالزماں مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی مدد فرماتا ہے اور نامید نہیں کرتا۔

آج اس واقعہ کو پورے پچاس سال ہوگئے ہیں۔ اس زمانے کی سازش کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے پچاس سالہ مزید زندگی عطا فرما دی۔۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پروردگار نے سات بیٹے اور ایک بیٹی دی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت سے مجھے نوازا ہے۔ اس کا شکر ساری زندگی کر رہی ہوں اور کرتی رہوں گی۔ تب بھی ادا نہ ہوگا۔ میرا خدا ایک زندہ خدا ہے ہم نے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا سب سے پیارا نبی مانا ہے۔ افضل الانبیاء ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی ہے۔ وہ سچے عاشق رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔ میری والدہ مرحومہ کے سچے دل کے ساتھ احمدیت قبول کرنے پر انہیں اللہ تعالیٰ نے نشان صداقت مسیح موعود علیہ السلام کی آزمائش کی راہ پر ڈال دیا۔ چنانچہ میرے والدین نے پورے یقین کامل اور اخلاص کے ساتھ اپنے سچے امام مہدی کی آواز کی صداقت کے معجزہ کو زندہ دیکھا ہے۔

واقفین نو بچوں کے لئے
حضور انور کے ارشادات

☆ بچپن ہی سے واقفین نو بچوں کو قانع بنانا چاہئے اور حرص وہوا سے بے رغبتی پیدا کرنی چاہئے۔

☆ دیانت اور امانت کے اعلیٰ مقام تک واقفین نو بچوں کو پہنچانا ضروری ہے۔

Muslim AHMADIYYA

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission
8/8/97 -14/8/97

Please Note that programme and timings may Change without prior notice.
Details of Programmes are Announced After Every Six Hours.
All times are given in British Standard Time.
For more information please phone or fax +44 181 874 8344

4 RABI'AL THANI
Friday 8th August 1997

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.30 Children's Corner : Yassarnal Quran
01.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
02.00 Quiz Prog - History of Ahmadiyyat (Part 7) (R)
02.30 Huzur's Reply To Allegations - Session 33 (15.6.94) (Part 1) (R)
03.00 Urdu Class (R)
04.00 Learning Dutch (R)
05.00 Homoeopathy Class with Huzur(R)
06.05 Tilawat, Hadith, News
06.30 Children's Corner : Yassarnal Quran
07.00 Pushto Programme
08.00 Bazm-e-Moshaira : Mehfil-e-Hamd-o-Na'at , Organized By Jamia Ahmadiyya , Rabwah
09.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
10.00 Urdu Class
11.00 Computers For Everyone -Part 19
12.05 Tilawat, News
12.30 Darood Shareef and Nazm
13.00 Friday Sermon by Hadhrat Khalifatul Masih IV, Fazl Mosque, London (8.8.97)
14.00 Bengali Programme
15.00 Huzoor's Mulaqat With Urdu Speaking Friends
16.00 Liqaa Ma'al Arab (N)
17.00 Friday Sermon By Huzoor (R)
18.05 Children's Corner -Mulaqat With Huzoor
20.30 Medical Matters with Dr M.H.Khan
21.30 Friday Sermon by Huzoor (R)
22.45 Huzoor's Mulaqat With Urdu Speaking Friends

5 RABI'AL THANI
Saturday 9th August 1997

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.30 Children's Corner -Mulaqat With Huzoor (R)
01.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
02.00 MTA USA Production: Response To Phil Arms, A Christian Priest By: M.A. Cheema (No. 13)
03.00 Urdu Class (R)
04.00 Computers For Everyone -Part 19
05.00 Huzoor's Mulaqat With Urdu Speaking Friends
06.05 Tilawat, Hadith, News
06.30 Children's Corner -Mulaqat With Huzoor (R)
07.00 Saraiki Programme
08.00 Medical Matters with Dr M.H. Khan
09.00 Liqaa Ma'al Arab
10.00 Urdu Class
11.00 Seminar , Golden Jubilee Celebration , Jamia Ahmadiyya, Rabwah (Part 1)
12.05 Tilawat, News
12.30 Learning Chinese
13.00 Q/A Session with Hadhrat Khalifatul Masih IV, At Hyderabad Sindh (20.2.84)
14.00 Bengali Programme
15.00 Children's Class - 9.8.97
16.00 Liqaa Ma'al Arab
18.05 Tilawat, Hadith, News
18.30 Children's Corner: Quiz - Nasir Kinder Garten School Vs Crescent Grammar School
19.00 German Service
20.00 Urdu Class (N)
21.00 Islamic Teachings:Rohani Khazaine
22.00 Children's Class - 9.8.97 (R)
23.00 Learning Chinese
23.30 Hikayat-e-Shereen

6 RABI'AL THANI
Sunday 10th August 1997

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.30 Children's Corner: Quiz - Nasir Kinder Garten School Vs Crescent Grammar School
01.00 Liqaa Ma'al Arab
02.00 M.T.A. U.S.A. Production: Drug Abuse & Its Treatment
03.00 Urdu Class (R)
04.00 Learning Chinese
05.00 Children's Class -9.8.97 (R)
06.05 Tilawat, Hadith, News
06.30 Children's Corner :Quiz - Nasir Kinder Garten School Vs Crescent Grammar School
07.00 Friday Sermon By Huzoor, 8.8.97 (R)
09.00 Liqaa Ma'al Arab -(R)
10.00 Urdu Class (R)
11.00 Around The Globe : Experiment Workshop (Part 1)
12.05 Tilawat, News
12.30 Learning Chinese
13.00 Q/A Session with Huzoor , Bait-ul-Rasheed , Germany (16.5.97), With Bosnians & Albanians (Part 1)
14.00 Bengali Programme
15.00 Mulaqat With English Speaking Friends
16.00 Liqaa Maal Arab
17.00 Albanian Programme
18.05 Tilawat ,Hadith
18.35 Children's Corner - Children's Workshop No. 10
19.00 German Service
20.00 Urdu Class (N)
21.00 Bait Bazi : Nasirat-ul-Ahmadiyya, Rabwah (Final)
21.30 Dars-ul-Quran (No. 10) (1996) By Huzoor- Fazl Mosque , London
23.30 Learning Chinese

7 RABI'AL THANI
Monday 11th August 1997

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.30 Children's Corner - Children's Workshop No. 10 (R)
01.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
02.00 Around The Globe: Experiment Workshop (Part 1) (R)
03.00 Urdu Class (R)
04.00 Learning Chinese (R)
05.00 Mulaqat With English Speaking Friends (R)
06.05 Tilawat, Hadith, News
06.30 Children's Corner- Childrens Workshop No 10 (R)
07.00 Dars-ul-Quran (No. 10) (1996) By Huzoor, Fazl Mosque, London (R)
08.30 Bait Bazi : Nasirat-ul-Ahmadiyya , Rabwah (Final)
09.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00 Urdu Class (R)
11.00 MTA Sports: Kabbadi- Gujranwala Vs Faisalabad (Semi Final)
12.05 Tilawat, News
12.30 Learning Norwegian
13.00 Indonesian Hour
14.00 Bengali Programme
15.00 Homoeopathy Class With Huzoor
16.00 Liqaa Ma'al Arab - (N)
17.00 Turkish Programme
18.05 Tilawat, Hadith, News
18.30 Children's Corner - Mulaqat With Huzoor
19.00 German Service
20.00 Urdu Class
21.00 Islamic Teachings-Rohani Khazaine
22.00 Homoeopathy Class With Huzoor
23.00 Learning Norwegian

8 RABI'AL THANI
Tuesday 12th August 1997

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.30 Children's Corner - Mulaqat With Huzoor (R)
01.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
02.00 MTA Sports: Kabbadi- Gujranwala Vs Faisalabad (Semi Final) (R)
03.00 Urdu Class (R)
04.00 Learning Norwegian (R)
05.00 Homoeopathy Class With Huzoor
06.05 Tilawat, Hadith, News
06.30 Children's Corner - Mulaqat With Huzoor (R)
07.00 Pushto Programme
08.00 Islamic Teachings-Rohani Khazaine
09.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00 Urdu Class (R)
11.00 Medical Matters :"Health & Care of Mother & Child" Host: Dr. Amtul Rasheed Guest: Dr. Nusrat Jehan (Part 2)
12.05 Tilawat, News
12.30 Learning French
13.00 From The Archives - Friday Sermon by Huzoor, Fazl Mosque, London, U.K. (15.6.90)
14.00 Bengali Programme
15.00 Tarjumatul Quran Class (R)
16.00 Liqaa Ma'al Arab - (N)
17.00 Norwegian Programme
18.05 Tilawat, Hadith, News
18.30 Children's Corner :Yassarnal Quran
19.00 German Service
20.00 Urdu Class (N)
21.00 Around The Globe - Hamari Kaenat
22.00 Tarjumatul Quran Class (R)
23.00 Learning French
23.30 Hikayat-e-Shereen (N)

9 RABI'AL THANI
Wednesday 13th August 1997

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.30 Children's Corner :Yassarnal Quran
01.00 Liqaa Ma'al Arab - (R)
02.00 Medical Matters : "Health & Care of Mother & Child" Host: Dr. Amtul Rasheed Guest: Dr. Nusrat Jehan (Part 2) (R)
03.00 Urdu Class (R)
04.00 Learning French
05.00 Tarjumatul Quran Class (R)
06.05 Tilawat, Hadith, News
06.30 Children's Corner: Yassarnal Quran
07.00 Quiz - "Seerat Hadhrat Khalifatul Masih II " (Part 3)
07.30 Seminar Golden Jubilee Celebrations , Organized By Ansarullah , Rabwah
08.30 Around The Globe -Hamari Kaenat
09.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00 Urdu Class (R)
11.00 Seerat Sahaba Hadhrat Masih-i-Maud (A.S) :Ch. Zafarullah Khan Sb
12.05 Tilawat, News
12.30 Learning Arabic
13.00 African Programme
14.00 Bengali Programme
14.45 Tarjumatul Quran Class (R)
16.00 Liqaa Ma'al Arab
17.00 French Programme
18.05 Tilawat, Hadith, News
18.30 Children's Corner - Heaven House Public School , Rabwah
19.00 German Service
20.00 Urdu Class (N)
21.00 Al Maidah - Biryani
21.45 Tarjumatul Quran Class (R)
23.00 Learning Arabic
23.30 Arabic Prog. : Qaseedah/Nazm

10 RABI'AL THANI
Thursday 14th August 1997

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.30 Children's Corner - Heaven House Public School , Rabwah (R)
01.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
02.00 Canadian Horizon : Majlis-i-Irfan (14.6.89)
03.00 Urdu Class (R)
04.00 Learning Arabic (R)
04.30 Arabic Prog. - Qaseedah/Nazm
04.45 Tarjumatul Quran Class (R)
06.05 Tilawat, Hadith, News
06.30 Children's Corner - Heaven House Public School , Rabwah (R)
07.00 Sindhi Prog. -Translation of Friday Sermon By Huzoor (10.11.95)
08.00 Quiz Prog. : History Of Ahmadiyyat (Part 8)
09.00 Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00 Urdu Class (R)
11.00 Al Maidah - Biryani (R)
11.30 Huzur's Reply To Allegations - Session 33 (15.6.94) (Part 2)
12.05 Tilawat, News
12.30 Learning Dutch
13.00 Chinese Programme: Philosophy of The Teachings of Islam
14.00 Bengali Programme
15.00 Homoeopathy Class With Huzoor
16.00 Liqaa Ma'al Arab - (N)
17.00 Russian Prog: Q/A Session With Guests From Russia & Kazakhistan Session 5 (22.5.94) Part 2
18.05 Tilawat, Hadith, News
18.30 Children's Corner : Yassarnal Quran
19.00 German Service
20.00 Urdu Class (N)
21.00 Bazm-e-Moshaira Organized By Nusrat Jehan Academy, Rabwah
20.00 Homoeopathy Class With Huzoor
23.00 Learning Dutch

Some Highlights

Programmes With Huzoor

Everyday :
Liqaa Ma'al Arab & Urdu Class
Monday & Thursday :
Homoeopathy Class
Tuesday & Wednesday :
Tarjumatul Quran Class
Old Friday Sermon from the Archives
Friday :
Friday Sermon (Live)
Mulaqat with Urdu Speaking Guests
Saturday :
Children's Class
Question & Answer Session (Old)
Sunday :
Mulaqat with English Speaking Guests
Question & Answer Session (New)
Dars-ul-Quran

Programmes in Different Languages

Everyday	German & Bengali
Sunday	Albanian
Monday	Indonesian & Turkish
Tuesday	Norwegian
Wednesday	French /Swahili
Thursday	Russian / Bosnian

Other Regular Features

Monday	
Bait Bazi	at 08.30
MTA Sports	at 11.00
Rohani Khazaine	at 21.00
Tuesday	
MTA Sports	at 02.00
Rohani Khazaine	at 08.00
Medical Matters	at 11.00
Hamari Kaenat	at 21.00
Hikayat -e-Shereen	at 23.30
Wednesday :	
Medical Matters	at 02.00
Hamari Kaenat	at 08.00
Al-Maidah	at 21.00
Thursday :	
Quiz Programme	at 08.00
Al-Maidah	at 11.00
Bazm-e-Moshaira	at 21.00
Friday :	
Quiz Programme	at 02.00
Bazm-e-Moshaira	at 08.00
Computers For Everyone	at 04.00
Medical Matters	at 20.30
Saturday :	
MTA USA Productions	at 02.00
Computers For Everyone	at 04.00
Medical Matters	at 08.00
Hikayat -e-Shereen	at 23.30
Sunday :	
MTA USA Productions	at 02.00
Bait Bazi	at 21.30

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (0181) 870 8517
Fax: (0181) 870 1095

Vol. 4 Friday, August 8, 1997 No. 32

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

سید غلام محی الدین صاحب رضاء نے ماہنامہ "کنزالایمان" لاہور، جنوری ۱۹۹۷ء صفحہ ۲۲، ۲۳ میں پاکستان کی درگاہوں اور آستانوں کے بارے میں بہت سے لرزہ خیز حقائق بے نقاب کئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

" درگاہیں جہاں لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت ہوتی تھی آج کل تجارتی مراکز بن گئی ہیں اور محکمہ اوقاف کی تحویل میں آنے کے بعد تنخواہ دار مولویوں اور افسروں کی زیر نگرانی مسلسل رو بہ زوال ہیں۔ ہر بدترین خلاف شرع کام ، مجرا، نشہ ، زنا، اغوا، ڈاکہ اور ڈھول ڈانس وغیرہ درگاہوں پر عام ہے اور عراس کے دنوں میں یہ سب عروج پر ہوتا ہے۔

موضوع کو آگے بڑھانے سے پہلے درگاہ حضرت میاں میرؒ سے متعلق چند سطور کا مطالعہ کر لیجئے۔

ماہنامہ کنزالایمان لاہور شمارہ اگست ۱۹۹۶ء کا مضمون دربارہ حضرت میاں میر جعلی پیروں کے قبضے میں محکمہ اوقاف قائدین اہل سنت اور پیران عظام کی آنکھیں کھولنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ ہیں۔

۱۔ مزار اقدس پر محکمہ کی سرپرستی میں غیر اخلاقی و غیر شرعی امور۔

۲۔ جعلی پیروں فقیروں کا انتظامیہ کی ملی بھگت سے قبضہ۔

۳۔ نشہ بازوں، جواریوں کا عرصہ سے مستقل پڑاؤ۔

۴۔ قیمتی زمین کی بیجز ایڈمنسٹریٹر اور منظور نظر افراد کو تقسیم

۵۔ چندے کے بکس کا بارہ دری سے خالی ملنا۔

مزارات اولیاء پر ہونے والے خرافات اور ناپسندیدہ افعال کے حوالے سے اخبارات اور بالخصوص وہابیہ کتب و رسائل آئندہ کے مؤرخ کے لئے صرف باتصویر وسیع مواد ہی مہیا نہیں کررہے بلکہ مستقبل میں مزارات کے انہدام کے لئے بھی راہ ہموار کر رہے ہیں تاکہ آنے والی نسلیں یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ بالیقین یہ تو ماضی بعید سے جرائم کی آماجگاہ ہیں۔

ہمارے قائدین کی ستم ظریفی اور کم ظرفی ملاحظہ ہو کہ باوجود مجرم اور ذمہ دار ہونے کے پیر طریقت، رہبر شریعت، شہباز لامکانی، ثانی لاثانی اور ہر طرح کے خطابات و القابات گویا ان کا پیدائشی حق ہیں اور ہر طرح کی جائز تنقید کو بھی حرام و کفر اور بے ادبی سے تعبیر کرتے ہیں اور سوائے چند غیر مولوی حضرات کے ہر طرف سے تنقید و اصلاح کا دروازہ بند دکھائی دیتا ہے گویا سب اچھا ہے بلا تبصرہ دو اشعار ملاحظہ ہوں ؎

دوسب بن بن کے ملیں مجھ کو مٹانے والے
میں نے دیکھے ہیں ہر اک رنگ بدلنے والے
تم نے چپ رہ کے اور بھی ڈھایا ہے ستم مجھ پر
تم سے اچھے ہیں میرے حال پہ ہنسنے والے

شاہ احمد نورانی، عبدالستار نیازی، جماعت اہل سنت، جے یو پی، انجمن طلباء اسلام، منہاج القرآن، مولانا محمد الیاس قادری، دعوت اسلامی، علامہ طاہر القادری، سنی تحریک، سیفی صاحبان، علمائے کرام، پیران عظام، مجاورین اور مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب (گوجرانوالہ)۔

محترم قارئین! ظاہر ہے محکمہ اوقاف اور حکومت کے متعلق بات کرنا سوائے تکرار کے کیا ہو سکتا ہے ہمیں دیکھنا ہے کہ اکابرین اہل سنت نے زبانی اپیلیوں، قراردادوں اور مایوسی کے سوا قوم کو کیا دیا ہے؟ بالخصوص وہ مجاورین جن کا خرچہ پانی درگاہوں سے چلتا ہے پرتعیش زندگی بسر کرنے اور کتے لڑانے کے سوا کیا رول ادا کر رہے ہیں؟

اندریں حالات قوم مذکورۃ الصدر زعماء اور قائدین سے یہ سوال پوچھنے کا حق محفوظ رکھتی ہے کہ وارثان انبیاء اولیاء کیا تاریخ رقم کر وا رہے ہیں؟

بہادری ،فرض شناسی، یا مجرمانہ غفلت کی تاریخ!!!

اور مؤرخ خود انکا کیا کردار متعین کرے گا؟

بدترین مجرم کا دوست نما دشمن کا یا شراکت دار کا؟

بقول شاعر ؎

بے وجہ تو نہیں ہیں گلشن کی تباہیاں
کچھ باغباں بھی ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قریباً چھیانوے سال قبل قبر پرستوں کے شرمناک مظاہروں کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ :

"تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی اللہ تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہ ﷺ کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے جو ان جھوٹی نبوتوں کے بت کو توڑ کر نیست و نابود کر دے۔ پس اسی کام کے لئے خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ غوث علی پانی پتی کے ہاں شاکت مت کا ایک منتر رکھا ہوا ہے جس کا وظیفہ کیا جاتا ہے اور ان گدی نشینوں کو سجدہ کرنا یا ان کے مکانات کا طواف کرنا یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔ ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے اگر اس جیسے ہزاروں اور بھی ہوں تو عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی۔ تو پھر اگر یہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق میں فنا ہیں جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں خانقاہوں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ تو جاتے ہیں مگر اجمیر اور دوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گزر جانا ہی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے۔ کسی نے کوئی اور صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے عرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے۔ کہ یہ انہوں نے کیا بنا رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اسلام کی غیرت نہ ہوتی اور "ان الدین عنداللہ الاسلام" خدا کا کلام نہ ہوتا اور اس نے یہ نہ فرمایا ہوتا "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" تو بے شک آج وہ حالت اسلام کی ہو گئی تھی کہ اس کے مٹنے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدہ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بروز کو پھر نازل کرے۔ اور اس زمانہ میں آپ کی نبوت کو نئے سر سے زندہ کر کے دکھا دے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور مجھے مامور اور مہدی بنا کر بھیجا"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۹۱، ۹۲)

بقیہ رپورٹ جلسہ سالانہ برطانیہ از صفحہ اول

تاریخ احمدیت میں یہ پہلا موقع تھا کہ برطانیہ کے وزیر اعظم جناب ٹونی بلیئر نے خاص طور پر جلسہ سالانہ کی مناسبت سے بہت پر خلوص الفاظ میں دنیا بھر سے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

اس بابرکت جلسہ کے روح پرور ماحول کو عبادات اور درود و سلام سے مزین کیا گیا تھا۔ ہر سحر نماز تہجد سے شروع ہوئی۔ نیز نماز فجر کے بعد قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کا درس کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا۔

اس جلسہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۸۹۷ء کے سال کی مناسبت سے ۱۹۹۷ء کے سال کو مباہلہ کا سال قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں بھی مباہلہ کی مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ اس لئے ۱۸۹۷ء کے جلسہ کی بہت سی مماثلتوں کو اس سال دہرایا جائے گا اس لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پروگرام جلسہ کی ترتیب میں بھی ان مضامین کو شامل فرمایا جو ۱۸۹۷ء کے آٹھ روزہ جلسہ میں پڑھے گئے تھے۔ نیز سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں جو عربی اور فارسی قصیدے پڑھے گئے ان کو بھی اس جلسہ کے پروگرام کا حصہ بنایا گیا تھا۔

برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنے والوں کی رونق میں ایک ہفتہ قبل، لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مسجد فضل لندن اور اس سے ملحقہ گلیوں نیز اسلام آباد کے سبزہ زاروں میں مہمانوں کی چہل پہل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "یاتیك من كل فج عمیق و یاتون من كل فج عمیق" کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔

اس جلسہ سالانہ کی مکمل روئیداد مواصلاتی نظام کے ذریعہ مسلم احمدیہ ٹیلی ویژن سے گیارہ زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا بھر میں براہ راست نشر کی گئی۔ ان زبانوں میں انگریزی، عربی، روسی، البانین، جرمن، فرانسیسی، انڈونیشین، بنگلہ، سپینش، ٹرکش اور بوسنین شامل تھیں۔

جلسہ کے آخری روز ایک بجے جلسہ گاہ مارکی میں عالمی بیعت کی تاریخی تقریب منعقد ہوئی جس میں ۹۶ ممالک کی ۲۲۱؍ اقوام کے ۳۰ لاکھ ۴ ہزار ۵۸۴؍ افراد نے جماعت احمدیہ مسلمہ میں شمولیت کے لئے سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعدہ اجتماعی دعا ہوئی اور اور سجدہ شکر ادا کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عاجزانہ دعاؤں اور کوششوں کو قبول فرمایا اور آسمان سے ۳۰؍ لاکھ نئے احمدیوں کی بارش برسائی۔ اس سجدہ شکر میں حاضرین جلسہ اور دنیا بھر میں ایم۔ٹی۔اے کے ناظرین شامل ہوئے۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور انور کے ارشاد فرمودہ خطابات اور دیگر پروگراموں کی مختصر رپورٹ آئندہ شماروں میں انشاء اللہ تعالیٰ پیش کی جائے گی۔

True Story of Jesus

پر تبصرہ

مکرم مرزا عبدالحق صاحب، امیر صوبہ پنجاب (پاکستان) تحریر فرماتے ہیں :

"خاکسار نے کتاب The True Story of Jusus مصنفہ رشید احمد صاحب چوہدری بغور پڑھی ہے۔ یہ کتاب انگلستان میں رہنے والے بچوں اور نوجوانوں کے لئے خاص طور پر بہت مفید ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی بہت سادہ اور عمدہ طریق پر پورے تسلسل میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ حالات زیادہ تر بائبل اور قرآن کریم سے لئے گئے ہیں اور چند ایک دوسری کتب کے حوالے بھی دئے گئے ہیں جو مستند سمجھی جاتی ہیں۔ اس طرح سے یہ کتاب ایک نہایت مستند مسلسل کہانی بن جاتی ہے جو ہر لحاظ سے تسلی بخش ہے اور جس میں کوئی نقص نظر نہیں آتا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کو بھی بہت عمدہ طور پر شامل کیا گیا ہے۔

عقائد کے لحاظ سے دیار مغرب میں رہنے والے بچوں اور نوجوانوں کو مسموم ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ کتاب انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگی۔ عمومی طور پر ہر قسم کے لوگ بھی اس سے اچھا فائدہ اٹھا سکیں گے۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ماؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں :-

اَللّٰھُم مَزِ قھُم کُل مُمَزق وَ سَحِقھُم تَسحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔